



let's start



پی آئی بی کالونی

part 2

باب 19 - زنجیروں کی گونج

رات کی سیاہی آسمان پر پھیل چکی تھی۔

کالونی کا زنگ آلود گیٹ بولے بولے خود بخود بند ہو رہا تھا۔

—ہر دھکا، بر چیخ، بر مکہ

کچھ بھی اس کی رفتار روک نہ سکا۔

آپنی زنجیریں آپس میں ٹکرا کر ایسی آواز نکال رہی تھیں

جیسے کسی کی بنسی اور کسی کے رونے کی آواز ایک ساتھ گونج رہی ہو۔

باشم نے پوری طاقت سے گیٹ کو دھکیلا

لیکن دروازہ گویا کسی نامعلوم قوت سے بند ہو رہا تھا۔

آخر کار گیٹ ایک دھماکے کے ساتھ بند ہوا

اور ساری کالونی ایک دم سنائی میں ڈوب گئی۔

● بند بونے کے بعد کی خاموشی

خاموشی اتنی گھردی تھی

کہ ہر ایک کو اپنی دل کی دھڑکن تک سنائی دے رہی تھی۔

ریحان نے کانپتی آواز میں کہا

یہ... یہ وہی گیٹ یہ نا؟“

”لیکن تم ابھی تو باہر نکل چکے تھے... پھر... یہ کیسے

جاوید نے اس کی بات کاٹ دی

”یہ کوئی جادو یہ۔“

ہم بس چلتے رہے... مگر سارا جنگل ہمیں گھما کر

”یہاں واپس لے آیا۔“

حرانے لرزتی بوئی سانس کے ساتھ کہا
”بم ابھی بھی... کالونی کے اندر بیں“

دیواروں کا بدلنا

اچانک ایک کمزور روشنی دیواروں کے اوپر سے چمکی۔
—باشم نے اوپر دیکھا
، یہ وہی دیواریں تھیں
مگر اب ان کی اینٹوں کے بیچ سے
سیاہ رطوبت بھی رہی تھی۔
...رطوبت حرکت کر رہی تھی
ایسے جیسے دیوار کے اندر کوئی زندہ چیز رینگ رہی ہو۔

ریحان نے ایک اینٹ کو باتھ لگایا تو
، اینٹ دھیرے دھیرے اندر دھنسنے لگی
جیسے وہ مٹی نہیں، نرم گوشت ہو۔
—ریحان نے جھٹکے سے باتھ کھینچا
، اس کی انگلیوں پر چیپیں سرخ رطوبت لگ گئی
جس سے بوسیدہ گوشت کی بدبو آ رہی تھی۔

پہلا شور

اچانک کالونی کے پرانے اسکول کی عمارت کے اندر سے
ایک زور دار دھماکہ بوا۔
لگتا تھا جیسے کسی نے پوری عمارت کو اندر سے مارا ہو۔
سب کے دل حلق میں آگئے۔
—دھماکے کے ساتھ ہی ایک لمبی چیخ گونجی
، یہ کسی عورت کی چیخ تھی
مگر اتنی کھوکھلی کہ جیسے کسی گھری کھائی سے آ رہی ہو۔

جاوید نے باشم کے کان کے قریب سرگوشی کی
”یہ... یہ آواز اندر سے آئی ہے۔“
”کون ہو سکتا ہے وباں؟“

باشم نے گھری سانس لی
”بم اکیلے نہیں ہیں۔“

پہلا نقصان

سب کے قدم پیچھے ٹھنے لگے
—لیکن عفان فیملی کا ایک نو عمر لڑکا—فراز
اپنی ماں کی چیخ سن کر ہے اختیار اسکول کی طرف دوڑا۔
”امی! میں آ رہا ہوں“

باشم نے زور سے پکارا
”افراز! رُک جا“

مگر فراز نے ایک نہ سنی۔
وہ اسکول کے دروازے تک پہنچا
اور جیسے بن اس نے بینڈل پکڑا

دروازہ اچانک خود کھل گیا۔
اندھیری راہداری میں
دو چمکتی سبز آنکھیں نمودار بوئیں۔
اگلے ہی لمحے ایک لمبا سیاہ بازو باپر نکلا
اور فراز کو ایک جھٹکے سے اندر کھینچ لیا۔

پورے بال میں اس کی چیخیں گونجیں
اور پھر اچانک سب خاموش ہو گیا۔

دیشت کی لمبہ ●

فراز کی ماں سارہ آگے بڑھی لیکن باشم نے اسے روک لیا
”نهیں! اندر نہ جانا“
”یہیں ان کا جال ہے“

سارہ فرش پر گرد رونے لگی
اس کے آنسو خون کی طرح سرخ فرش پر ٹپکنے لگے۔

رات کی سزائیں ●

سرد بوا چلنے لگی۔
بوا میں کسی کے سرگوشیوں کی آوازیں پھیلنے لگیں۔
کبھی کسی بچے کی بنسی
کبھی کسی بوڑھی عورت کی آپٹ۔
یہ آوازیں لوگوں کے دماغوں میں سرسرانے لگیں
جیسے کوئی بر ایک کے کان کے اندر
آہستہ آہستہ اپنا نام لے رہا ہو۔

جاوید نے کانپتی آواز میں کہا
”یہ... بمیں پاگل بننا دیں گے۔“
”یہ بم سے کھیل رے بیں“

باشم نے سب کو پرانے اسکول سے دور ایک مکان میں اکٹھا کیا۔
سب میری بات سنو۔“
یہ کالونی ایک جیتا جاگتا قید خانہ ہے۔
یہ بمیں باہر نہیں نکلنے دے گی۔
”بمیں بر صورت ایک ساتھ رہنا ہوگا۔“

اندر کا خوف ●

مکان کے اندر سب نے زبردستی اپنے دروازے بند کر لئے۔
لیکن باپر قدموں کی چاپ گونجتی رہی
کبھی قریب، کبھی دور۔

بعض اوقات وہ چاپ چھت سے آتی
کبھی دیوار کے اندر سے۔

ریحان نے کھڑکی کے پردے کے پیچھے سے جھانکنے کی کوشش کی۔
—پردہ ہٹا تو باہر کچھ نہ تھا
لیکن کھڑکی کے شیشے پر
کسی نے انگلی سے خون سے لکھ رکھا تھا
”تم واپس نہیں جا سکتے“

ریحان کی چیخ کمرے میں گونجی۔

● باشم کا فیصلہ

باشم سب کو دیکھ کر بولا
یہ صرف شروعات ہے۔
یہ جگہ جتنی پرانی لگتی ہے
اس سے کہیں زیادہ زندہ ہے۔
—ہمیں اس کے راز تک پہنچنا بوجا
”ورنہ یہ ہمیں ایک ایک کر کے ختم کر دے گی۔

سب کے چہرے خوف سے زرد پڑ گئے۔
بابر زنجیروں کی مدهم گونج دوبارہ ابھری
جیسے کوئی گیٹ کے دوسرا طرف
...آپستہ آپستہ تال بجا ربا بو

باب 20 - گونجتے سائے

کالونی کی راتیں اب پہلے سے بھی زیادہ بھاری لگنے لگی تھیں۔
آسمان پر بادل ایسے جنم تھے جیسے کسی نے کالے پتھروں کی چادر تان دی ہو۔
ہوا میں عجیب سا بوجھ، نمی اور بوسیدہ مٹی کی بدبو تیر رہی تھی۔
ہر سانس سینے کو کاٹتی، بر آواز دل کو دبلا دیتی۔

● بھوک کی دستک

باشم نے پرانے بال کے کونے میں بیٹھے سب کو دیکھا۔
دو دن سے کچھ کھانے کو نہ تھا۔
چہرے پہلے پڑ گئے تھے، ہونٹ خشک اور آنکھوں میں صرف خوف۔
ریحان نے کانپتی آواز میں کہا
”باشم بھائی... اگر کچھ نہ ملا تو... ہم خود ہی نکل پڑیں گے۔“

جاوید نے سخت لہجے میں کہا
”پاگل ہو گئے ہو؟ باہر قدم رکھتے ہی موت بمارا انتظار کر رہی ہے۔“

لیکن پیٹ کی بھوک اور خوف کی ٹھنڈک کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔

● کھڑکی کے پیچھے کی گونج

اچانک پرانی عمارت کی ٹوٹی کھڑکی سے
کس بھی کی پنسی گونجی۔

بنسی بلکی تھی مگر اس میں کچھ ایسا تھا
کہ بردل کی دھڑکن رک گئی۔

:سلمی بی بی نے سسکتے بوئے کہا
”...یہ... میرا بیٹا لگ ربا یے... وہی آواز“

:باشم نے فوراً کہا
!پرده بٹاؤ مت! یہ وہی بیس
”!یہ ہمیں بابر بلانے کے لیے آوازیں بدلتے ہیں

لیکن سارہ نے اپنے کان بند کر لئے اور رو پڑی۔
”ایہ میرا بچہ یے... میں کیسے نہ سنوں“

● مهم کا فیصلہ

بھوک نے آخر کار بمت پر غالب آنا شروع کیا۔
باشم نے چار جوانوں کو ساتھ لیا
ریحان، جاوید، کامران اور فراز کا چھوٹا بھائی ایاں۔
ہم اسٹور باؤس تک جائیں گے۔“
”پرانے ڈرمز میں راشن پڑا بونا چاہیے۔

سب نے ایک دوسرے کو دیکھا۔
یہ جانتے بوئے بھی کہ یہ راستہ موت کا کھیل ہے
کوئی پیچھے نہ ہٹا۔

● اسکول کی رابداری

اسٹور باؤس جانے کے لیے پرانے اسکول کے قریب سے گزرنا پڑتا تھا۔
یہی وہ عمارت تھی جہاں فراز غائب ہوا تھا۔
ہوا اور زیادہ ٹھنڈی ہو گئی۔
کھڑکیوں کے شیشوں پر کسی نے ناخنوں سے کھچا کھچاک نشان بنائے بوئے تھے۔
ہر نشان سے بلکی سی سیٹی کی آواز آ رہی تھی
جیسے دیواریں سانس لے رہی ہوں۔

اچانک اندرونی رابداری سے قدموں کی چاپ گونجی۔
باشم نے باٹھ کے اشارے سے سب کو رُکنے کا کہا۔
... چاپ قریب آتی گئی
پھر ایک لمبا سیاہ سایہ دروازے کے پیچھے ابھرا۔

:ریحان نے دھیرے سے سرگوشی کی
”یہ... انسان ہے؟“

سایہ دروازے کے عین سامنے آ کر رُک گیا۔
دو سبز آنکھیں اندھیرے میں چمکیں۔
پھر وہ سایہ آبستہ لمبا ہونے لگا
، پلے دروازے کی اونچائی کے برابر
پھر چھت کو چھوٹے لگا۔
بر جوڑ ٹوٹنے جیسی آواز کے ساتھ لمبا ہوتا جا رہا تھا۔

اچانک وہ سایہ تیزی سے دروازے کی درز میں سمت گیا
اور دروازہ دھڑام سے بند ہو گیا۔

اسٹور باؤس کی حقیقت

سب کے قدم لرزنے لگے، مگر باشم نے بمت نہ ہاری۔
”!چلو! جلدی“
وہ سب دوڑتے ہوئے اسٹور باؤس پہنچے۔

دروازہ آدھا کھلا تھا۔
اندر مکمل اندھیرا۔
باشم نے لکڑی کا ٹکڑا جلا کر روشنی کی۔

کمرے کے بیچوں بیچ ایک بڑا ڈرم رکھا تھا۔
ڈرم کے گرد سرخ نشان بنے تھے
ایسے جیسے کسی نے ناخن سے زمین کھرچ ہو۔
ڈرم کے اندر سے بلکہ سرسرابٹ آ رہی تھی۔

جاوید نے ڈرم کھولنے کی کوشش کی۔
اچانک ڈرم کے ڈھکن سے
ایک بدھیوں جیسا باتھ بابر نکلا اور جاوید کے کندھے کو جکڑ لیا۔
باتھ کی گرفت برف سے بھی زیادہ ٹھنڈی تھی۔
جاوید نے چیخ مار دی
لیکن باشم نے جلتا لکڑی کا ٹکڑا باتھ پر مارا۔

باتھ دھوئیں کے ساتھ پیچھے بٹا
اور ڈرم کے اندر ایک بھیانک چہرہ جھلک دکھا کر غائب ہو گیا
آنکھیں انسان کی تھیں مگر دانت کسی درندے کے۔

واپسی کی جدوجہد

ڈرم کے نیچے واقعی آٹے کے دو تھیلے اور کچھ ڈبے تھے۔
سب نے تیزی سے اٹھا لیے اور واپس دوڑ پڑے۔
پیچھے سے ایک عجیب سی بنسی گونج رہی تھی
جیسے کوئی ان کی کامیابی پر مذاق اڑا رہا ہو۔

جب وہ مکان تک پہنچے تو دروازے پر خون سے لکھا تھا
”مزید بھوک، مزید خوف“

رات کا نیا کھیل

باشم نے سب کو راشن بائٹا مگر کوئی خوش نہ تھا۔
ہر نوالہ اس خوف کے ساتھ کھایا جا رہا تھا
کہ اگلی رات کس کی باری ہوگی۔

باشم نے سب کے چہروں کو دیکھا اور دھیمی آواز میں کہا
یہ مخلوق... ہمیں زندہ رکھنا چاہتی ہے۔“
تاکہ ڈر لمبا کھنچ سکے۔

یہ بھوک، یہ سردی—سب اسی کھیل کا حصہ ہیں۔
”ہمیں ان کے کھیل کے اصول توڑنے ہوں گے... ورنہ ہم بھی فراز کی طرح صرف ایک چیخ بن کر رہ جائیں گے۔

کمرے میں ایسی خاموش چھا گئی
جیسے سب کی روحیں کانپ رہی ہوں۔

باب 21 - دن کا فریب، رات کا انتقام

صبح کی پہلی کرن
دھند کے بادلوں کے پیچھے سے
آبستہ آبستہ رینگتی ہوئی
کالونی کی ٹوٹی چھتوں پر پھیل رہی تھی۔

گھروں کی دیواریں،
جو رات بھر خوف کی چیخوں سے گونجتی رہیں
اب سورج کی بلکی روشنی میں
نرم اور یہ ضرر لگ رہی تھیں۔

خاموش دن

باشم آبستہ اسکول بال سے باہر نکلا
پچھلی رات کی بلچل کے بعد
یہ سکون کسی خواب جیسا محسوس ہو رہا تھا۔
پرندے دکھائی نہیں دے رہے تھے
لیکن ہوا میں ایک عجیب سی خالی آواز تھی
جیسے پوری دنیا سانس روک کر
صرف دیکھ رہی ہو۔

ریحان نے درختوں کی طرف اشارہ کیا
دیکھو... کچھ بھی تو نہیں ہے۔“
”شاید یہ سب بس رات کا وہم تھا؟

مگر باشم کی آنکھیں تیز تھیں۔
اس نے ایک ٹوٹی بوئی کھڑکی کے کنارے پر
ایک جلتا ہوا سبز نشان دیکھا
بالکل وہی جو کل رات مخلوقات کی آنکھوں میں چمکتا تھا۔
اس کا دل زور سے دھڑکا۔
یہ دن... صرف دکھاوا تھا۔

رات کا وعدہ

دن گزرتا رہا۔
لوگ بکھری ہوئی چیزیں سمیٹتے
پانی کے خالی ڈرمون میں بارش کا پانی جمع کرتے
اور خود کو یقین دلاتے رہے
کہ شاید یہ عذاب ختم ہونے والا ہے۔

لیکن جیسے جیسے سورج ڈھلنے لگا
کالونی کی ٹوٹی بؤئی گلیوں میں
پھر وہی نمی بھری بو پھیلنے لگی۔
بوا کا درجہ ایک دم گر گیا۔
ہر سانس بھاپ بن کر نکل رہی تھی۔

سلمنی بی بی نے کپکپاتے لبوں سے کہا
”یہ... یہ وہی بو لے۔“

حملے کی پہلی دستک ☺
رات کے عین وسط میں
بال کی چھت سے ایک لمبی کھڑکھڑاٹ سنائی دی۔
جیسے کوئی بھاری جسم رینگتا بوا
اندر انزے کی کوشش کر رہا ہو۔

پھر اچانک باہر کی دیواروں پر
کھجھانے کی آوازیں گونجیں۔
کھرچ کھرچ... کھرچ کھرچ
ایسا لگتا تھا جیسے سینکڑوں ناخن
پتھر کو کاٹ رہے بوس۔

جاوید نے کان سے دروازے پر کان رکھا۔
اندر آئی ایک مدهم سرگوشی نے
اس کا دل چیر دیا
...بم دن کو تمہیں دیکھتے ہیں“
”رات کو تمہیں لے جاتے ہیں“

اندھیری بوا کا طوفان 🌬
کھڑکیاں بند تھیں
، دروازے مضبوطی سے جڑے تھے
پھر بھی بال کے اندر
اچانک ٹھنڈی بوا کا زوردار جھونکا داخل بوا۔
mom بتیوں کی لو ایک ایک کر کے بجهنے لگی۔
اندھیرا ایسا چھا گیا
جیسے سورج کبھی تھا ہی نہیں۔

ریحان نے چیختے بؤئے کہا
”!!—وہ واپس آگئے ہیں“

پہلا شکار 📖
کھڑکی کے قریب بیٹھا ایک نوجوان
اچانک اپنی جگہ سے اچھلا۔
اس کی گردن کے پیچھے
کس برفیلے باتھ کی گرفت تھی۔
سب کے دیکھتے دیکھتے

—وہ اندھیرے میں گھسیٹ لیا گیا
نہ کوئی آواز، نہ کوئی نشان۔

، بال میں بچوں کے رونے
، عورتوں کی چیخیں
اور دیواروں پر مخلوقات کے رینگنے کی
خوفناک آوازیں گونجنے لگیں۔

اختتام سے پہلے کا آغاز ●

: باشم نے دل بن دل میں سوچا
یہ رات... پچھلی سب راتوں سے مختلف ہے۔
— یہ صرف حملہ نہیں
یہ انتقام ہے۔

اس کی نظریں ٹوٹے بوئے کھڑکی کے پار گئیں۔
چاند کے نیچے
کچھ ایسے سائے حرکت کر رہے تھے
— جن کی شکلیں انسانی نہیں تھیں
لمبیں، پھیلی بوئیں
جیسے وہ صرف اندھیرے سے بنے ہوں۔

: اور تب باشم کو ایک بھی انک سچائی کا احساس ہوا
... یہ مخلوقات صرف رات میں آتی نہیں
یہ دن میں دیکھتی ہیں۔
اور آج کی رات
ان کا پہلا وار نہیں
بلکہ اصل کھیل کی شروعات ہے۔

باب 22 - خون کا شور، سائے کا کھیل

اندھیری گونج ●

رات کی سیاہی اب صرف باہر نہیں
بال کے اندر بھی سانس لے رہی تھی۔
— بر کونے سے ایک عجیب سرسرابٹ اُٹھ رہی تھی
جیسے بزاروں زبانیں بیک وقت
کچھ پڑھ رہی ہوں۔
ہوا میں نمی اور لویہ کی بو
ایسی گھلی بوئی تھی
کہ سانس لینا مشکل بو گیا۔

ریحان نے لرزتی آواز میں کہا
”یہ آوازیں... کہاں سے آ رہی ہیں؟“

: باشم نے آپستہ کہا
... یہ صرف دیواروں سے نہیں“

”یہ زمین سے آ رہی بیس۔

فرش کا راز

اچانک ہال کا فرش بلکا سا اوپر نیچے ہوا۔
ایسا لگا جیسے نیچے کوئی
بزاروں باہم سے زمین کو دھکیل رہا ہو۔
پھر دراڑیں بننے لگیں۔
—باریک، سانپ کی طرح مڑتی ہوئی دراڑیں
جو آبستہ آبستہ ایک دوسرے سے جڑنے لگیں۔

سلمی بی بی نے کانپتی آواز میں کہا
”یہ زمین... سانس لے رہی ہے“

پھر ایک جگہ کی دراڑ اچانک چوڑی ہوئی
اور اندر سے ایک لمبا، سفید، بڈیوں جیسا بازو باہر نکلا۔
بازو پر کوئی گوشٹ نہیں
...بس نمی سے چمکتی بڈیاں
اور انگلیاں جو کسی سانپ کی طرح بل رہیں۔

پہلا دھاوا

ایک نوجوان لڑکی۔ عائشہ
چیختی ہوئی پیچھے ہٹنے لگی
مگر بازو نے جھپٹ کر
اس کے پاؤں کو جکڑ لیا۔
ایک جھٹکے میں وہ نیچے کھینچ گئی۔
اس کی چیخیں بال میں گونجیں
پھر اچانک خاموشی۔
صرف خون کی ایک باریک لکیر
فرش کی دراڑ میں جذب ہو گئی۔

جاوید آگے بڑھا
لویں کی سلاخ سے بازو پر وار کیا۔
بازو ٹوٹا نہیں
بلکہ ٹکڑوں میں بکھر کر
دوبارہ جڑ گیا۔
ٹوٹنے کی آواز میں
ایک عجیب، بنسنے جیسی گونج تھی
جیسے کسی نے مذاق کیا ہو۔

کھڑکیوں کا دھوکہ

اسی لمھے کھڑکیوں کے باہر
ہلکی ہلکی سبز روشنی نمودار ہوئی۔
روشنی ایسی تھی
جیسے دور درختوں کے پیچھے
کوئی جشن بو رہا ہو۔

ریحان نے کہا
”ا شاید... باہر نکلنے کا راستہ ہے“

پانچ نوجوان دوڑتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے۔
دروازہ خود بخود آبستہ کھلنے لگا۔

باہر دھنند کے بیچ
سبز روشنی مزید چمکنے لگی۔

، مگر جیسے ہی وہ باہر نکلے
دھنند کے اندر سے
دو سرخ آنکھوں والے لمبے سایے نمودار ہوئے۔
، وہ نہ دوڑتے تھے نہ چلتے
بس رینگتے ہوئے قریب آ رہے تھے۔

— پہلا لڑکا ایک قدم بھی نہ اٹھا سکا
، سایوں نے اسے جکڑ کر اوپر اٹھا لیا
اس کا جسم دھنند میں غائب ہوا۔
، باقی چار واپس بھاگے
مگر ان کے پیچھے چلتی سرسراہٹ
اب ایک بھیانک قہقہے میں بدل گئی۔

اندھیروں کا شکار 🔥

باشم نے سب کو چیخ کر کہا
”کھڑکیوں سے دور ربو“
”ایہ روشنی جال ہے“

لوگ دروازے سے ہٹنے لگے
لیکن جیسے ہی وہ پیچھے ہوئے
ہال کے کونے میں رکھا لوہے کا دروازہ
اچانک خود بخود بند ہو گیا۔

پوری عمارت
ایک ایسے قید خانے میں بدل گئی
جہاں سے نکلنے کا
کوئی راستہ باقی نہ رہا۔

سرد بواؤں کا وار 💦

ہوا ایک دم یخ بو گئی۔
سانسیں بھاپ میں بدلنے لگیں۔
پر شخص کی جلد پر
چھوٹے چھوٹے برف کے ذرات جمنے لگے۔
کانون میں ایک مدهم سرگوشی گونجی
... تمہیں لگا تم نکل آئے بو“
”لیکن تم بماری زمین پر بو۔“

باشم نے سب کو ایک دائٹے میں کھڑا کیا
اس کی نظریں اب کھڑکیوں پر نہیں
بلکہ فرش پر گڑھی بؤئی تھیں۔
—وہ جانتا تھا

یہ مخلوقات رات کو ہی حملہ کرتی ہیں
اور ان کا پہلا وار
ابھی اختتام سے بہت دور ہے۔

خاموش اشارہ

دور اندھیرے میں
ایک نئی حرکت ابھری۔
فرش کی دراڑیں
آبستہ آبستہ ایک دوسرا سے جڑ کر
کچھ لکھ رہی تھیں۔

—باشم نے زمین پر جھک کر دیکھا
خون جیسے سیاہ مائے سے بنے الفاظ
"یہ تو صرف شروعات ہے۔"

اور پھر اوپر چھت سے
ایک اتنی تیز چیخ ابھری
کہ بر کانپتا جسم
زمین پر گر پڑا۔

...یہ رات
ابھی ختم نہیں ہوئے والی تھی۔



باب 23 - دیواروں کا پیٹ

خاموشی کا زبر

، وہ چیخ جو چھت سے اُلھی تھی
بال کی فضا کو چیرتی بؤئی بر کونے میں پھیل گئی۔
، کانپتے جسم زمین پر سہمے پڑھ تھے
سانسیں روک رکھی تھیں جیسے ذرا سی حرکت
انہیں موت کے منہ میں دھکیل دئے گی۔

—بوا کی نمی اچانک لوئے کی بُو میں بدل گئی
ایک ایسی بُو جیسے زنگ آلود زنجیروں کو
بارش میں بھگو کر رکھا گیا بُو۔
دیواروں پر موجود نمی کے دھیے
آبستہ آبستہ حرکت کرنے لگے۔
...وہ دھیے کس کی آنکھوں جیسے لگ رئے تھے
اور بر آنکھ
انسانوں کو گھور رہی تھی۔

ریحان نے بلکی آواز میں کہا
”یہ دیواریں... سانس لے رہی ہیں۔“

ہاشم نے زمین پر لکھی سیاہ عبارت کو دیکھا
جو اب آئستہ آبستہ مٹنے لگی تھی
لیکن مٹنے سے پہلے
اس میں سے کسی کے بنسنے کی آواز آئی۔

پہلا دھچکا

اچانک ایک زوردار دھماکے کے ساتھ
ہال کی بائیں دیوار کے بیچوں بیچ
ایک بڑا سا گول سوراخ بن گیا۔
اندھیرے کے پیچھے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔
بس ایک بے بنگ سانس لینے کی آواز
ایسی گونج رہی تھی
جیسے کوئی بہت بڑی چیز
اندر آئے کے انتظار میں بو۔

سلمی بی بی نے گھبرا کر کہا
”کچھ... کچھ اندر آ رہا ہے“

پھر سوراخ کے اندر سے
ایک سیاہ چیپچیاتا باتھ باہر نکلا۔
وہ باتھ انسانی تھا
لیکن انگلیاں کسی کیڑھ کی طرح لمبی
اور بڑانگلی کے سرے پر چھوٹے چھوٹے دانت تھے
جو بار بار کٹ کٹ بج رہے تھے۔

خوف کا پھیلاؤ !

لوگ ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔
چھوٹے بھے چیخنے لگے۔
ایک جوان لڑکا۔ ارسلان
ڈر کے مارے پیچھے ہٹتے ہوئے
ایک اور دیوار سے ٹکرایا۔
لیکن وہ دیوار سخت نہیں تھی
بلکہ نرم اور گداز تھی
جیسے گوشت۔

دیوار نے اچانک ارسلان کی پیٹھ کو جکڑ لیا
اور آئستہ آبستہ اندر کھینچنے لگی۔
اس کی چیخیں پورے ہال میں گونجنے لگیں۔
ہاشم دوڑا اور لوٹی کی سلاخ سے وار کیا
لیکن بڑوار کے بعد
دیوار کا گوشت پھر سے جڑ جاتا۔
چند لمھوں میں

ارسان کی چیخ مدهم پڑ گئی
— اور اس کا جسم دیوار کے اندر غائب ہو گیا
پیچھے صرف خون کی پتلی لکیر رہ گئی
جو دیوار میں جذب ہو گئی۔

زبریل بوا

بال کے اندر کی بوا
اب اتنی بھاری بو چکی تھی
کہ سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔
ہر سانس کے ساتھ
یوں لگتا جیسے کوئی باریک کائٹے
پھیپھڑوں کو چھیل رہے ہوں۔
کچھ لوگ گھبراہٹ میں زمین پر گرنے لگے۔

جاوید نے لرزتے لبوں سے کہا
”...یہ جگہ“
”! بمیں زندہ نہیں چھوڑے گی

نکلنے کی کوشش

باشم نے سب کو اکٹھا کیا
”بم اگر ایک بی جگہ رہے“
تو سب مر جائیں گے۔
” بمیں باہر نکلنا ہوگا
”! چاہے جو بھی خطرہ ہو

اس نے دو جوانوں کے ساتھ
مرکزی دروازے کی طرف دوڑ لگائی۔
دروازہ بند تھا
لیکن اس بار اس کے بیچ ایک چھوٹا سا شگاف تھا۔
شگاف کے پیچھے
مدهم سبز روشنی ٹھیٹما رہی تھی۔

ریحان نے کہا
”! یہی راستہ یے... بمیں جانا ہوگا“

باشم نے شگاف میں باتھ ڈال کر زور لگایا۔
دروازہ آپستہ آپستہ کھلنے لگا۔
باہر سرد بوا کا جھونکا آیا
جس میں سڑاند اور خون کی بُو ملی ہوئی تھی۔

دھوکہ دہ روشنی

سبز روشنی اب مزید روشن بو چکی تھی
لیکن اس کے بیچ
ایک دھنڈلا سا سیاہ سایہ کھڑا تھا۔
وہ سایہ بالکل انسان جیسا تھا

چہرہ، باتھ، پیر سب واضح
مگر اس کے چہرے پر کوئی نقش نہیں تھے
بس دو سرخ گڑھے
جہاں آنکھیں ہونی چاہئیں۔

ساہی بلکی سی سرگوشی میں بولا
راستہ... تمہارے سامنے ہے۔
”بس ایک قدم... باہر رکھ دو۔

ایک نوجوان لڑکی۔ انعم
ساہی دیکھ کر آگے بڑھی۔
باشم نے اسے روکنے کی کوشش کی
لیکن وہ پہلے بی شگاف کے پار تھی۔
جیسے بی اس نے باہر قدم رکھا
اس کا جسم ایک لمحے میں
کالی دھنڈ میں تحلیل بو گیا۔

اس کے جانے کے ساتھ ہی
سبز روشنی بجهہ گئی
اور شگاف خود بخود بند بو گیا۔

دیواروں کا قہقہہ 🔥

بال کی بر دیوار
اچانک بلکی لرزے لگ۔
پھر ایک ساتھ
ایسی آواز آئی
جیسے سینکڑوں لوگ بیک وقت بنس رہے ہوں۔
یہ قہقہہ
کانوں کے پردے پھاڑ رہا تھا۔

ریحان نے کان بند کرتے ہوئے چیخا
”! یہ... یہ جگہ ہمیں کہا رہی ہے“

باشم نے زمین پر پڑی سلاخ کو مضبوطی سے پکڑا
آنکھوں میں خوف کے ساتھ عزم بھی تھا۔
”بم یہاں منے نہیں آئے“
”ہمیں بر حال میں لڑنا ہوگا۔“

اگلی آفت کا اشارہ 🌙

اوپر چھت پر لٹکتے بوسیدہ پنکھے
آبستہ آبستہ خود بخود گھومنے لگے۔
ان کے گھومنے سے نکلنے والی کرخت چیخ
ایسی تھی
جیسے کوئی زندہ چیز
آخری سانس لے رہی ہو۔

پھر زمین کی دراڑوں سے
—سیاہ دھوان نکلنا شروع ہوا
اور دھویں کے بیچ
دو اور سائے نمودار بوئے
ہر ایک کے باٹھ میں
بُڈیوں سے بنی ہوئی کوئی شے تھی۔

...یہ رات
اب پہلے سے بھی زیادہ خونخوار ہونے والی تھی۔

باب 24 - برف کی پہلی سانس

صبح کا دھوکہ

رات بھر کی بھیانک چیخوں کے بعد
بال میں پھیلی ہوئی سڑاںد آبستہ آبستہ کم ہونے لگی۔
پہلی کرن اندر آئی، مگر
—یہ روشنی عام سورج کی نہیں تھی
یہ بلکی نیلگوں اور سرد تھی
ایسی سرد کہ جلد کو چھیلتی محسوس ہوتی۔

باشم نے کھڑکی کی درز سے باہر جهان کا۔
پوری کالونی پر ایک سفید تہ جنم ہوئی تھی۔
—زمین، درخت، چھتیں
سب پر برف کی پہلی پرت۔
یہ منظر اتنا غیر فطری تھا
کہ دل میں ایک بی خیال آیا
یہ کوئی عام موسم نہیں۔

ریحان نے کپکپاتی آواز میں کہا
”...یہ جگہ“
”اب ہمارے موسم بھی بدل رہی ہے۔“

بوا کا زبر

دروازہ کھلتے ہی
ایک برفیلی بوا اندر لپکی۔
یہ بوا سانسوں کو چھری کی طرح کاٹ رہی تھی۔
چند سیکنڈ میں بی بال کا درجہ حرارت
ایسا بوگیا کہ ہر سانس دھوان بننے لگا۔
چھوٹے بھی فوراً رونے لگے
بزرگوں کے بونٹ نیلے پڑے لگے۔

سلمی بی بی نے باشم کا بازو پکڑ کر کہا
”یہ سردی... یہ عام نہیں۔“
”!بم سب جم جائیں گے اگر کچھ نہ کیا

پہلا شکار !

ابھی سب کچھ سمجھنے کی کوشش کر بی رے تھے
—کہ ایک نوجوان—حمزہ
کپکپاتے ہوئے بال کے کونے میں بیٹھ گیا۔
اس نے کہا
”...میں... میں سانس نہیں لے پا ربا“
چند بی لمھوں میں
اس کے باتھوں کی انگلیاں سیاہ پڑ گئیں
پھر اس کا پورا جسم برف کی طرح
اکڑ کر ساکت ہو گیا۔
آنکھیں کھلی ریں
مگر اندر کی روشنی بجھ چکی تھی۔

کس نے چیخ کر کہا
”ایہ سردی مار دیں یے“

تیاری کی کوشش

باشم نے سب کو اکٹھا کیا
ہم سب ایک بن بال میں نہیں رہ سکتے۔“
کچھ کو لکڑیاں ڈھونڈنی ہوں گی
کچھ کو کھانے کا انتظام۔
”!ورنہ صبح تک آدھے لوگ زندہ نہیں بچیں گے

کامران بھائی اور دو جوان
کمبیل اور لکڑیاں تلاش کرنے نکلے۔
ان کے قدم برف پر پڑتے ہی
چٹخنے کی ایسی آواز آئی
جیسے زمین خود ٹوٹ رہی ہو۔
بر درخت کی شاخ پر
—برف کے ساتھ خون کے لال قطرے چمک رہے تھے
، کسی کو یاد نہیں کہ بارش ہوئی ہو
مگر یہ قطرے تازہ لگ رہے تھے۔

سرخ برف

پرانے اسکول کے میدان میں
—انہیں ایک پرانا ڈھیر ملا
پھٹی پرانی جیکٹس اور کچھ لکڑیاں۔
لیکن بر لکڑی کے نیچے
پتلی سرخ برف جمی ہوئی تھی۔
لکڑی اٹھاتے ہی
نیچے سے دھیمی سرگوشی سنائی دی
”...گرم رہنا چاہتے ہو“
”...قیمت چکانی پڑے گی

کامران نے خوفزدہ بو کر لکڑی چھوڑ دی۔
برف نے فوراً اس کی ایڑھی پکڑ لی
اور لمھوں میں اس کے جوتے کو
سخت برف میں جما دیا۔
دو جوانوں نے زور لگا کر اسے کھینچا
پاؤں کے جوتے و بیس رہ گئے
برف کے اندر سے بلکی بلکی بنسی آ رہی تھی۔

اجتماعی پناہ

باشم نے فیصلہ کیا
بم سب کو ایک بڑی عمارت میں اکٹھا بونا ہوگا”
”جسموں کی گرمی بن بھیں بچا سکتی ہے۔

سب لوگ ایک بوسیدہ اسکول کی عمارت میں جمع ہوئے۔
چالیس کے قریب افراد
ایک ہی بڑھ کمرے میں سمٹ کر بیٹھے۔
کچھ نے دروازے بند کیے
کچھ نے کپڑوں کے ٹکڑوں سے کھڑکیاں بھریں۔
بر سانس دھنند بن کر اٹھ رہی تھی
ہر لمحہ جسم ایک دوسرے سے
گرمی چرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

برف کی چال

رات کے بیچوں بیج
زمین کے نیچے سے بلکی بلکی سرسرابٹ آئے لگی۔
پہلے لگا کہ برف پگھل رہی ہے۔
پھر ایک بچی۔ عالیہ
چیخ اٹھی
”امی... نیچے کوئی سانس لے رہا ہے“

اگلے لمحے فرش کے بیج میں
ایک لمبی دراڑ پڑی۔
دراڑ سے ایک سفید رنگ کی بڈیوں جیسی انگلی نکلی
جو آبستہ آبستہ اندر موجود لوگوں کی طرف
کھسکنے لگی۔

باشم نے فوراً سب کو پیچھے بٹایا
لیکن ایک کمزور بوڑھا آدمی
وقت پر نہ بٹ سکا۔
انگلی نے اس کی پنڈلی پکڑی
اور برف کے اندر گھسیٹنا شروع کر دیا۔
اس کی چیخیں اتنی تیز تھیں
کہ سردی بھی لمھہ بھر کو رکتی محسوس ہوئی
مگر برف نے اسے مکمل نگل لیا۔

اندر کی دراڑیں

رات بھر کوئی سو نہ سکا۔
بے طرف صرف دانت بجنے کی آوازیں
سانسون کی بھاپ
اور برف کے نیچے سے آنے والا
بے بنگ سرسراہٹ کا سلسلہ۔

باشم نے لرزتی آواز میں کہا
”...یہ سردی“
یہ مخلوق کا نیا بتهیار یے۔
—ہمیں صرف رات بی نہیں
”اب بردن بھی زندہ رینے کی جنگ یے۔

بابر برف باری تیز بوتی گئی
اور آسمان پر ایک دھنڈلا سا سرخ چاند
پوری کالونی پر جھکنے لگا
جیسے موت خود اوپر سے
ان کے سانس گن ریں بو۔



باب 25 - ایک گھر کی قید

خوف کی سرد دوپہریں

سردی کے یہ دن ختم ہوئے کا نام بی نہیں لے لے تھے۔
دن کے وقت دھوپ ایک دھنڈلی، مردہ روشنی کی طرح
زمیں پر پھیلتی مگر گرمی نہیں دیتی۔
لوگ لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر جلا کر
باتھ تاپنے کی کوشش کرتے مگر
آگ کی لپک بھی یخ بو چکی تھی۔

کچھ خاندانوں کے چھوٹے بھے
پوری رات کھانسی اور کیپکپیں میں
بلکی بلکی سسکیاں لیتے رہتے۔
پہلی بلاکتوں کے بعد اب
—یہ موت ایک خاموش دشمن بن چکی تھی
، کوئی چیخ نہیں
بس آبستہ آبستہ سانس کا ٹوٹ جانا۔

بر صبح جب لوگ گتنی کرتے
کسی نہ کسی کوئی سے یہ خبر آتی
”فلان کمرے والا آج نہیں جاگا“
یہ جملہ اب کسی کے لیے حیران کن نہ رہا
بس دل پر ایک اور بوجہ بن کر بیٹھ جاتا۔



مجلیں نجات

ایک شام ہاشم نے سب کو اسکول کے بال میں اکٹھا کیا۔

اس کی آواز کپکپا رہی تھی مگر لہجہ سخت تھا
اگر ہم الگ الگ گھروں میں رہے ”
تو یہ سردی ہمیں ایک کر کے ختم کر دے گی۔
اور رات کی مخلوق بھی
ہمارے بکھرے وجود کو آسانی سے شکار کر سکتی ہے۔
—آج سے ہم سب ایک بن گھر میں رہیں گے
پرانے اسپیتال والی عمارت میں۔
یہیں واحد راستہ ہے کہ ہم
”ایک دوسرے کی گرمی سے زندہ رہ سکیں۔

کسی نے بچکچاتے ہوئے کہا
...لیکن وہ عمارت“
”...وہاں تو رات کو سب سے زیادہ آوازیں آتی ہیں

باشم نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر جواب دیا
”یہاں منے سے بہتر ہے“
”کہ ہم وہاں اکٹھے زندہ رہنے کی کوشش کریں۔

اجتماعی پناہ کی تیاری

رات کے گرنے سے پہلے
سب خاندان اپنے بھے
چند کمبیل اور باقی بچی ہوئی خوراک
اٹھا کر اسپیتال کی عمارت کی طرف بڑھے۔
راستے میں ہر قدم برف پر پڑتے ہی
ایسی کرکرا آواز آتی
جیسے زمین کے نیچے کچھ سانس لے رہا ہو۔

—کچھ عورتیں بار بار پیچھے مژکر دیکھتیں
انہیں لگتا جیسے کوئی برف کے اندر
ان کے پیروں کے نشان سونگھ رہا ہے۔
ہوا میں ایک عجیب سی بوسیدہ لاش کی مہک
ہر قدم کے ساتھ بڑھتی جاتی۔

ایک چھت کے نیچے

اسپیتال کی عمارت کا مرکزی بال
اب ایک قید خانہ بن چکا تھا۔
پچاس سے زائد لوگ

ایک دوسرے کے ساتھ ٹک کر بیٹھ گئے۔
کچھ نے کھڑکیاں بند کرنے کے لیے
پرانے بیڈ کے لوٹے کے فریم استعمال کیے
کچھ نے دروازوں پر اینٹیں جما دیں۔

ہوا میں انسانوں کے جسموں کی گرم بھاپ
اور ڈر کی نمی گھل گئی۔
ہر شخص دوسرے کے کندھے سے لگا

یہ محسوس کر رہا تھا
کہ کسی اور کی دھڑکن
اس کے دل کی رفتار کو سہارا دھ رہی ہے۔

رات کی سرگوشیاں

آدھی رات کے قریب
—کمرے کی چھت پر بلکی بلکی ٹک ٹک کی آواز آئی
جیسے کوئی اوپر برف پر چل رہا ہو۔
، پہلے سب نے اسے نظرانداز کیا
پھر ٹک ٹک کے ساتھ
لمبی کھچتی بوئی سانسون کی آواز بھی سنائی دینے لگی۔

، زینت، جو باشم کے پاس بیٹھی تھی
کانپتی آواز میں بولی
”ابو... یہ کون یے...؟“

باشم نے اسے سینے سے لگا کر کہا
”... خاموش رہو... یہ بس ہوا یہ“
مگر اس کی اپنی انکھیں
چھت پر جمی سیاہ دھند کو گھور رہی تھیں
جہاں کبھی کبھی
دو سرخ چمکتے نقطے
بلکی سی حرکت کے ساتھ دکھائی دیتے۔

اندر کا خوف

وقت گزرتا رہا
کس نے بلکی سی کھڑک کی آواز پر کمبیل کے اندر
باتھوں کو اور مضبوطی سے سمیٹ لیا۔
کچھ بھے نیم بیہوشی میں سسکتے رہے۔
کوئی ماں آبستہ کلمے پڑھتی رہی۔
ہر شخص دل بن دل میں جانتا تھا
کہ مخلوق ان کے قریب ہے
لیکن اجتماعی سانسون کی حرارت
کم از کم سردی کی موت کو
چند گھنٹے پیچھے دھکیل رہی تھی۔

صبح کی دھنڈی کرن

جب بالآخر روشنی نے بلکا سا دروازہ کھٹکھٹایا
اندر کا درجہ حرارت ذرا سا بڑھا۔
مگر کوئی خوش نہ تھی۔
رات کو کسی نے مخلوق کو اندر آتے نہیں دیکھا
لیکن کمرے کے ایک کونے میں
—برف کا چھوٹا سا ڈھیر پڑا تھا
اور اس ڈھیر کے بیچ

کسی کی ادھ کھلی آنکھ
پتھریلی برف میں جمی ہوئی تھی۔

باشم نے اس آنکھ کو ڈھانپتے ہوئے کہا
”یہ رات بمیں صرف ایک سبق دے رہی ہے“
”بماری سانسیں ابھی ان کی مرض سے چل رہی ہیں۔

اس دن سے کالونی کے سب لوگ
بر رات ایک بی گھر میں جمع ہونے لگے۔
لیکن کوئی نہیں جانتا تھا
کہ یہ اجتماعی گرمی
کب ان کے لیے مزید
ایک اور خوف کا دروازہ کھول دے گی۔

باب 26 - عارضی سکون

پہلی پرسکون صبح

کئی راتوں کے بعد
پہلی بار سورج کی کرنیں
کالونی کے ٹوٹے شیشوں سے اندر جهانک رہی تھیں۔
بوا اب بھی برفیلی تھی
لیکن آج اس میں ایک عجیب سا سکون تھا
جیسے موت کی دھیمی چاپ
کچھ دیر کے لیے پیچھے ہٹ گئی بو۔

باشم صبح سویرے اٹھا
اور اسپتال کے ہال کے دروازے کے پاس جا کھڑا ہوا۔
دھند کے پیچھے پہلا سنہری آسمان
ایسا لگ رہا تھا جیسے
کسی نے خوف کی سیاہی کو
ہلکے پیلے رنگ سے ڈھانپ دیا ہو۔
وہ دیر تک بس یہی منظر دیکھتا رہا
پھر آبستہ سے بولا
”شاید... شاید یہ سردی“
”ہم پر رحم کھانے لگی ہے۔

چہروں پر پہلی مسکرات

جب لوگ ایک ایک کر کے بیدار ہونے لگے
تو ان کے چہروں پر بھی
پہلی بار بلکہ سی زندگی جھلکنے لگی۔
چھوٹی بھی جو راتوں کو کپکپاتے تھے
اب ایک دوسرے کے ساتھ کھیلانے کی ضد کرنے لگے۔
کسی نے چائے کے لیے
پرانی لکڑی کے ٹکڑوں کو آگ لگائی

اور دھوئیں کی مہک
ہال میں ایک مانوس گرمی پھیلانے لگ۔

ریحان نے دھیرے سے کہا
...پچھلی تین راتوں میں کوئی نہیں مرا
”! یہ تو کمال یے

سلمی بی بی نے ٹھنڈی سانس کے ساتھ جواب دیا
”... یہ رب کی مہربانی یے“
لیکن ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہیے
”کہ خطرہ ختم ہو گیا یے۔

مشترکہ زندگی

اب سب خاندانوں نے
اپنی زندگی کو ایک بی چھت تلے
منظوم کرنے کی کوشش شروع کر دی۔
کچن کا ایک کونا
سب کے کھانے پکانے کے لیے مخصوص کر دیا گیا۔
بیچے ایک طرف کھیلنے لگے
، مرد باہر جا کر برف سے لکڑیاں لاتے
اور عورتیں کپڑوں کے ٹੁکڑوں کو جوڑ کر
کسی طرح گرم کمبل تیار کرتیں۔

یہ پہلا موقع تھا
جب خوف کی بجائے
ایک ساتھ جینے کی خوشبو محسوس ہونے لگ۔
باشم نے کہا
”یہیں طریقہ یے۔“
جب ہم اکٹھے ہیں
نہ سردی ہم پر قابو پا سکتی ہے
”نہ وہ چیزیں جو رات کو آتی ہیں۔

خاموش راتیں

اگلے کئی دن
راتیں عجیب حد تک خاموش رہیں۔
نہ چھت پر سرگوشیاں
، نہ کھڑکیوں پر دستک
نہ مخلوق کی سرخ آنکھیں۔
یہ سکوت ایسا تھا
کہ کچھ لوگ سوچنے لگے
شاید وہ مخلوق واقعی واپس چلی گئی یے۔

زینت نے باشم سے سرگوشی میں کہا
”ابو... کیا ہم جیت گئے ہیں؟“
باشم نے بیٹھ کو گود میں لے کر

مدهم مسکرات کے ساتھ کہا
...ابھی کچھ کہنا جلدی ہوگا“
”لیکن باں، آج کی رات جیت بماری ہے۔

دھوکہ دینے والا امن

یہ پرسکون دن اور راتیں
کالونی کے لوگوں کے لیے
امید کا چراغ بننے لگیں۔
ہر گزرتے دن کے ساتھ
وہ سوچنے لگے کہ شاید
یہ طوفان آخر کار تھم ربا ہے۔
مگر کچھ چہروں پر
اب بھی وہی پرانی سختی باقی تھی۔

سلمن بی بی اکثر کھڑکی کے قریب بیٹھ کر
اندھیرے میں جہانگتیں اور کہتیں
”یہ خاموش“
یہ اصل خطرہ ہے۔
—یہ مخلوق کی سب سے پرانی چال ہے
، پہلے تمہیں سلا دو
”پھر ایک جھٹکے میں سب کچھ چھین لو۔

آنے والے سائے

کچھ لوگ بنستے
کچھ دعائیں پڑھتے
اور کچھ بس خاموش رہتے۔
لیکن کسی کے دل سے
یہ سوال نہیں نکلتا تھا
کیا یہ امن واقعی رحمت ہے
یا ایک نئی آفت کا
خاموش آغاز؟

باب 27 - دروازہ فریب

پرسکون رات کی دھڑکن

وہ رات باقی سب راتوں سے بھی زیادہ خاموش تھی۔
پورا گروپ پرانے اسکول کے بڑے بال میں جمع تھا۔
آگ کے الاؤ کی ٹھیٹماتی روشنی میں
بچوں کے سائے دیواروں پر لرز رہے تھے۔
سردی اب بھی کاٹ کھا رہی تھی
لیکن ایک عجیب سا سکون سب کے دلوں میں اتر رہا تھا
ایسا سکون جس نے لوگوں کے کانون کو بھی
اندھیری سرگوشیوں سے غافل کر دیا تھا۔

اوپر کی پہلی منزل پر
باریک سی بلچل کی آواز آئی۔
...کس نے دھیان نہ دیا
سوائے نعمان کے۔
ستره سالہ نعمان،
جس کے دل میں ڈر سے زیادہ تجسس تھا۔

مدھم سرگوشی

کھڑکی کے قریب سے
ایک نازک، میٹھی آواز ابھری۔
”نعمان... دروازہ کھولو“
...میں باپر بہت دیر سے کھڑی ہوں
”مجھے سردی لگ رہی ہے

نعمان کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔
یہ آواز کسی انجانی لڑکی کی تھی
، مگر اس میں ایک عجیب کشش تھی
ایسی جو عقل کو دھنڈلا دیتی ہے۔
اس نے نیچے جہان کا
، چاندنی میں ایک نوجوان لڑکی کھڑی تھی
، بالوں میں برف جمی بوئی
، آنکھوں میں معصومیت
اور ہونٹوں پر بلکی سی مسکراہٹ۔

”میں... میں تمہیں پہلے نہیں جانتا“
نعمان نے کانپتی آواز میں کہا۔

لڑکی نے سر جھکایا اور آبستہ بولی
... پلیز... بس ایک لمحے کے لیے“
”مجھے اندر آئے دو

اس کی آواز میں
ایسی نرمی تھی کہ
نعمان کے قدم خود کھڑکی کی طرف بڑھنے لگے۔
اس کے کانوں میں جیسے باقی سب شور بند ہو گیا۔
اس نے باتھ بڑھا کر
کھڑکی کا زنگ آلود کنڈا کھول دیا۔

خاموشی کا ٹوٹنا

کھڑکی کھلتے ہی
— ٹھنڈی بوا کا ایک تیز جھونکا اندر آیا
مگر یہ عام بوا نہیں تھی۔
یہ جھونکا ایک بدبو دار سیاہ دھنڈ کی لہر تھی
جو نعمان کے چہرے سے ٹکرا کر
کمرے میں پھیل گئی۔

لڑکی نے سر اٹھایا۔
اس کی مسکراہٹ لمھے بھر میں
ایک خوفناک کٹاہٹ میں بدل گئی۔
آنکھوں کی جگہ
دو سرخ شعلے جلنے لگے
اس کے ساتھ بی
کھڑکی کے باپر سے لمبی انگلیوں والے
تین اور سائے اندر کوڈ پڑے۔

﴿افراتفری کا آغاز﴾

ایک لمھے میں
پورے اسکول کی عمارت چیخوں سے گونج اٹھی۔
نیچے ہال میں بیٹھے لوگ
دُڑھے بوئے اوپر کی طرف دوڑھے
لیکن سیڑھیوں پر بی
کالے سائے ان پر ٹوٹ پڑھے۔

ایک مخلوق کی بڈیوں جیسی گردن
ایک عورت کے کندھے پر لپکی
اور اسے کھینچ کر اوپر لے گئی۔
کسی نے صرف ایک چیخ سنی
پھر خاموشی۔

ریحان نے اپنی ماں کو بچانے کی کوشش کی
مگر ایک سایہ اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔
ہاشم نے جھپٹ کر
ریحان کو کھینچا اور نیچے گرا دیا
لیکن ان کے پیچھے ایک کھڑکی ٹوٹنے کی آواز آئی۔

چند لمھوں میں
پورا ہال ایک میدان جنگ بن گیا۔
بچے فرش پر رینگتے بوئے چھپنے لگے
عورتیں دیواروں سے چمٹ گئیں
اور مرد لکڑی کے ٹکڑوں سے
مخلوقات کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرنے لگے۔

﴿پہلی قربانیاں﴾

سلمن بی بی کے ساتھ بیٹھی ایک نوجوان لڑکی
چھوٹی مريم
اچانک پیچھے کی طرف کھینچ لی گئی۔
بس ایک تیز جھٹکا
اور اس کے بعد صرف خون کی بو۔

ایک اور بزرگ، محمود چچا
مخلوق کے لمبے ناخنوں سے زخمی بو کر

کوئے میں گر پڑے۔
ان کی سانسیں رکنے لگیں
مگر وہ بآش کی طرف دیکھتے ہوئے بس اتنا بول سکے
”... دروازے... بند... کر دو“

بکھر جانا

بآش نے سب کو چیخ کر کہا
اوپر نہ جاؤ!
بر کوئی جس کمرے تک پہنچ سکتا ہے
”! وہاں چھپ جاؤ“

لوگ جان بچانے کے لیے دوڑ پڑے۔
کچھ چھوٹے کلاس رومز میں گھس گئے
کچھ ٹوٹی میزوں کے پیچھے دبک گئے
اور کچھ خوف کے مارے
کھڑکیوں سے چھلانگ لگا کر
باہر برف میں جا گرتے۔

نعمان بھیڑ کے دھکے سے
نیچے گر پڑا۔
اس کے کانون میں
اب بھی وہی میٹھی آواز گونج رہی تھی
”نعمان... کہاں جا رہے ہو...؟“

ڈرتی بوئی صبح

رات بھر مخلوقات کی گرج
چیخوں اور دروازوں کے دھڑکنے کی آوازیں
کالونی میں گونجتی رہیں۔
کچھ کمروں کے اندر
لوگ کانپتے بوئی ایک دوسرے کے سائے میں بیٹھے رہے
نہ سونے کی بمت، نہ رونے کی طاقت۔

پہلی کرن کے ساتھ
وہی پراسرار خاموشی واپس آگئی۔
— مخلوق جیسے کبھی آئی بن نہ بو
، نہ کوئی آواز، نہ کوئی سایہ
بس خون کی بو اور ٹوٹی دروازوں کا منظر۔

جب سب احتیاط سے اپنے چھپنے کی جگہوں سے نکلے
تو اسکوں کے ہال میں
پانچ لاشیں جمی پڑی تھیں۔
چہرے پہچان سے باہر تھے
لیکن کپڑوں سے سب اپنے اپنے پیاروں کو پہچان رہے تھے۔

باشم نے نعمان کی طرف دیکھا
نعمان کی آنکھیں پتھرا چکی تھیں۔
اس کے کان اب بھی سن رہے تھے
...وہی نرمی بھری آواز
”...بس ایک لمحے کے لیے اندر آنے دو“

اس دن کے بعد
کوئی بھی رات کو
کھڑکی کے قریب بیٹھنے کی ہمت نہ کر سکا۔

باب 28 - بھوک کا سایہ

 سردیوں کا اختتام
برف آبستہ آبستہ پگھلنے لگی۔
وبن درخت جو کئی مہینوں سے
سفید برف کی چادر اوڑھے کھڑے تھے
اب ان کی شاخوں پر
پانی کی بوندیں چمکنے لگیں۔
بوا کچھ نرم بوئی
سردی کی کرتگی جیسے رخصت ہوئے لگی۔

مگر یہ نرمی کسی خوشخبری کی علامت نہ تھی۔
—سردی کے دوران جو کھیت، باغات اور چھوٹے سبزیوں کے گودام تھے
سب تباہ ہو چکے تھے۔
مٹی کالی پڑ چکی تھی
پودے گل سڑ گئے تھے
اور پرانے کھانے کے ذخیرے بھی
پچھلے طوفانوں میں ختم ہو گئے تھے۔

 کھنی کی ضرب
اب دن میں ایک بی کھانے کا بندوبست بوتا۔
کبھی آدھا پیالہ چاول
کبھی ایک آدھی روٹی
اور بعض اوقات صرف نمک ملنے پانی کا کٹورا۔
بھی دن بھر بھوک سے بلکتے رہتے
اور رات کو سوتے بوئی
پانی کی خالی بوتلوں کو
کھلوئے سمجھ کر چباتے۔

باشم اسکول کے ٹوٹی ہال میں بیٹھا
خالی برتنوں کی قطار دیکھتا رہا۔
چہرے پر ماہیوس کے سائے تھے
اور آنکھوں میں وہی سوال
یہ سب کب ختم ہوگا؟

بگرّتا بوا اعتماد ✨

کھانے کی قلت نے دلوں میں زبر بھر دیا۔
پہلے جو لوگ ایک دوسرے کی حفاظت کرتے تھے
اب چھوٹے چھوٹے جھگڑوں میں
ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔
راشن بانٹنے والے بار الامون میں گھر جاتے
”!تم نے اپنے حصے سے زیادہ لیا“
”!یہ سب باشم کے قریب لوگوں کو دیا جا رہا ہے“

ایک دن عفان کے بھائی نے
ایک بوڑھی عورت کے باتھ سے
آدھی روٹی چھین لی۔
بوڑھی عورت زمین پر گردی
اور باقی لوگ دیکھتے رہ گئے۔
—کس نے آگے بڑھ کر روٹی واپس نہیں لی
بھوک نے بمدردی چھین لی تھی۔

اندرونی بغاوت 🔥

شام ڈھلتے ہیں
محمود چچا نے باشم کے سامنے آ کر کہا
”ہم کب تک تمہاری بات سنتے رہیں؟“
یہ سب تمہاری وجہ سے ہے۔
تم بی بمیں اس جگہ روکے ہوئے بو۔
اگر ہم جنگل میں نکلیں تو
”!شاید باہر کوئی دنیا بماری منتظر ہو

باشم نے گھبرا سانس لیا۔
اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔
وہ جانتا تھا کہ جنگل کے باہر
کچھ اور بھیانک ان کا انتظار کر رہا ہے
لیکن یہاں بھوک نے
لوگوں کی عقل کھا لی تھی۔

ماہیوسی کی راتیں 🌙

وہ رات باقی سب راتوں سے لمبی تھی۔
آسمان پر کوئی ستارہ نہیں تھا
صرف ٹوٹے بادلوں کے پیچھے
چاند کا مدهم عکس چھپا تھا۔
ہال میں بیٹھے بر فرد کے دل میں
ایک بی سوال گردش کر رہا تھا
کیا یہ پی آئی بی کالونی بماری آخری پناہ ہے
یا بماری اجتماعی قبر؟

باشم نے سرد لکڑی کے فرش پر
اپنا سر ٹیکا۔

آج اس نے پہلی بار
اپنے دل کے اندر کی خوفناک سوچ سنی
شاید یہ جگہ کبھی ختم نہیں بوگی۔
—شاید ہم سب صرف انتظار کے قیدی ہیں
انتظارِ موت کے۔

باب 29 - زخموں کے ساتھ چلتی زندگی

ایک اور دن کا سورج

اگلی صبح دھنڈلے آسمان سے
پیلے سورج کی کرنیں
کالونی کی ٹوٹی دیواروں پر پھیل گئیں۔
رات کی چیخیں اور غصہ
اب صرف ٹھنڈی خاموشی میں بدل گیا تھا۔
وہی لوگ جو کل ایک دوسرے کو
الزام دتے رہے تھے
آج ایک دوسرے کی آنکھوں میں
پچھتاوے کا سایہ لئے چلتے۔

باشم نے سب کو جمع کیا۔
آواز میں نرمی تھی مگر تھکن نمایاں
ہمیں لڑنے سے کچھ نہیں ملے گا۔”
یہ جگہ بماری قید بھی یہ اور پناہ بھی۔
اگر ہم ایک دوسرے کا سہارا نہ بنے
تو یہ بھوک ہم سب کو
”خاموشی سے ختم کر دتے گی۔

اندرونی بغاوت کا اختتام

کچھ لمبے گھری خاموش چھائی رہی۔
پھر محمود چجا
جو کل رات سب سے آگے تھے
بلکی آواز میں بولے
باشم ٹھیک کرتا ہے۔”
ہم نے ایک دوسرے کو ہی دشمن سمجھ لیا تھا
”حالانکہ اصل دشمن یہ حالات ہیں۔

آبستہ آبستہ
سب کے چہرے جھک گئے۔
جهگڑے کے زخم تو باقی تھے
مگر بغاوت کی چنگاری
سرد پڑ چکی تھی۔

زندگی کی جدوجہد

کھانے کی قلت اب بھی ویسیں بی تھی
پانی اب بھی بوند بوند کر کے ملتا تھا
اور رات کو وہی پرانی دبشت
انھیں جاگتا رکھتی تھی۔
—مگر آج ایک فرق تھا
وہ پھر سے ایک گروہ کی طرح
کام کر رہے تھے۔

کچھ عورتیں دن کے وقت
کالونی کے پرانے اسٹور روم سے
پرانے کپڑوں کے ٹکڑے جمع کر کے
کمبیل بنانے لگیں۔

نجوان ٹوٹے گھروں سے
لکڑیاں اور زنگ آلود برتن ڈھونڈ کر
چھوٹے چولے تیار کرنے لگے۔

بھی، جو کئی دنوں سے
ڈڑھ سہمے ایک کونے میں بیٹھتے تھے
آج ذرا سا کھیلنے کی کوشش کر رہے تھے۔

مگر خطرہ باقی تھا

شام ڈھلتے ہیں
وہی پرانی سنسنابیں
ہوا کے ساتھ گونجنے لگیں۔

مخلوقات کی موجودگی
اب بھی بر رات کی حقیقت تھی۔

کھڑکیوں کے بابر سے
کبھی دھیمی ہنسی
کبھی ناخنوں سے دروازے کھروچنے کی آوازیں
سب کے دلوں کو بلا دیتیں۔

باشم جانتا تھا کہ
یہ سکون عارضی ہے۔
بغافت تو ختم ہوئی
مگر مشکلات کا سلسلہ
ابھی باقی تھا۔

باشم کی سوچ

رات کے سنائے میں
باشم چھت پر جا کر آسمان کو دیکھنے لگا۔
اس نے خود سے کہا
یہ زخم بمیں تؤڑ نہیں سکتے۔
جب تک ہم اکٹھے ہیں

یہ مخلوقات بمیں مکمل طور پر
شکار نہیں بنا سکتیں۔

لیکن دل کے کسی کوئے میں
ایک اور سچ بھی چھپا تھا
...یہ مخلوقات کبھی نہیں جائیں گی
بمیں بس ان کے ساتھ جینا سیکھنا ہوگا۔

اسی خیال کے ساتھ
باشم نے آپستہ سے
،پھٹ جیکٹ اپنے اوپر ڈالی
آنکھیں بند کیں
اور ایک اور خوفناک رات کا انتظار کرنے لگا۔

باب 30 - وقت کا بوجھ

رات کی قید

باشم چھت سے نیچے اتر آیا۔
باپر کی بوا میں وہی پرانی
بوسیدہ سڑاند اور خون کی بو تھی۔
دور کیں کسی مخلوق کے
گھٹ گھٹ کر بننسے کی آواز
اب بھی گونج رہی تھی۔
اسے اچھی طرح معلوم تھا
کہ یہ مخلوقات شکار ڈھونڈ رہی بیں
اور ان کے قریب جانا
یقینی موت کے سوا کچھ نہیں۔

وہ آپستہ آپستہ
پھٹے دروازے کی کنڈی کھول کر
اندر داخل ہوا۔
اندر پہلے ہی سب جاگ رہے تھے
،چہرے پیلے، آنکھیں سرخ
اور دل کی دھڑکنیں
خاموشی میں بھی صاف سنائی دیتی تھیں۔
کاشف نے دھیمی آواز میں کہا
”...باپر اب بھی وہی مخلوق ہے
”کھڑکی کے پاس مت جانا۔

بھوک کی آبٹ

دروازے کے باپر سے
کھڑکھڑا بٹ اور رگڑنے کی آوازیں
وقفے وقفے سے آتی رہیں۔
یوں لگتا تھا جیسے

کوئی لمبی انگلیوں والے باٹھ
دیواروں پر کھینچتے جا رہے ہوں۔
سب جانتے تھے کہ
یہ مخلوق رات بھر
ان کے ڈر کا ذائقہ چکھنے آئی ہیں۔
کوئی سانس بھی زور سے لینے کی بمت نہ کر پایا۔

وقت کی بے رحمی

یہ رات بھی ویسے ہی گزری
جیسے پچھلی یہ شمار راتیں
خاموشی، خوف اور انتظار میں۔
کبھی دروازے کے قریب
، چھاؤں سا بلتا دکھائی دیتا
کبھی کھڑکی کے پردے کے پیچھے
دو سرخ آنکھیں چمکتیں
اور پھر یک دم غائب ہو جاتیں۔
ہر لمحہ یون لگتا
جیسے وقت نے چلنا چھوڑ دیا ہو۔

دن کی تھکی روشنی

آخر کار دن کی روشنی
ٹوٹے شیشوں سے اندر جہانکئے لگ۔
مخلوقات بیشہ کی طرح
پہلی کرن کے ساتھ بی
خاموشی سے غائب ہو گئیں۔
ہاشم نے آبستہ سے دروازہ کھولा۔
— باہر بر چیز جمی بوئی تھی
ٹوٹے مکان، بوسیدہ گلیاں
اور مٹی میں چھیپرانے قدموں کے نشان۔
، زندگی کا کوئی نشان نہیں
بس خاموشی اور موت کی خوشبو۔

گزرے والے دن

یون دن اور راتیں
ایک دوسرے کے پیچھے گرتی رہیں۔
سردیاں آبستہ آبستہ کم بو رہی تھیں
مگر ان کا خوف کم نہ ہوا۔
کھانے کی کمی اب بھی تھی
لوگ اب بھی ایک وقت کی روٹی پر گزر بسرا کر رہے تھے۔
بچوں کی بنسی کب کی خاموش ہو گئی تھی
اور ہر نیا دن
ایک نئی رات کے خوف کی یاد دلاتا تھا۔

باشم اکثر کھڑگی سے باہر دیکھتے ہوئے سوچتا
یہ وقت بمیں ختم کرنے کے لیے
اتنا سست کیوں چل رہا ہے؟
پھر اپنے دل کو سمجھاتا
شاید زندہ رینے کا مطلب یہی ہے
انتظار کرتے رہنا کہ
اگلی رات شاید پچھلی سے تھوڑی آسان ہو۔

اسی سوچ کے ساتھ
وہ دروازے کی کنڈی بند کر کے
ایک اور ڈراؤنی شام کے لیے
تیاری کرنے لگا۔

باب 31 - سیاہ مکھیوں کی آفت

رات کی نئی نحوست

— وہ رات عام راتوں جیسی تھی
، ٹھنڈی ہوا
، ٹوٹی گھروں کی سائیں سائیں
اور مخلوقات کی سرگوشیاں۔
لیکن جیسے بی چاند بادلوں کے پیچھے چھپا
فضا میں ایک عجیب سے
بوجھل بھنبھنا بٹ گونجنے لگی۔

پہلے تو سب کو لگا
یہ محض کانون کا دھوکہ ہے۔
مگر اگلے بی لمھے
پوری کالونی کے اوپر
کالی مکھیوں کے غول
بادل کی طرح چھا گئے۔
ان کے پروں کی آواز
یون گونج رہی تھی
جیسے سینکڑوں ڈرم
اکٹھے بج رہے ہوں۔

پہلا شکار

سلمن بن بن کے گھر سے
ایک چھوٹی سی چیخ اٹھی۔
ان کے پڑوسن حامد نے
صرف ایک لمھے کے لیے
— باہر جہانکے کی بمت کی تھی
شاید اپنے گھر ہوئے برتن کو
اٹھانے کے لیے۔

بس اتنی دیر کافی تھی۔
 مکھیوں کا ایک سیاہ بادل
 ایک جھپٹ میں اس پر ٹوٹ پڑا۔
 ان کی ٹھنڈی، باریک ٹانگیں
 چمڑی کے نیچے رینگتی محسوس ہوئیں
 اور چند بی لمھوں میں
 حامد کا جسم بے جان ہو کر
 زمین پر گر پڑا۔
 جب مکھیوں کا غول پیچھے ہٹا
 اس کے جسم پر
 گوشت کی جگہ صرف
 کالی راکھ جیسی سطح بچی تھی۔

 **اندر کا قید خانہ**
 یہ منظر دیکھ کر
 ساری کالوںی چیخ اٹھی۔
 دروازے دھڑ دھڑ بند کیے جانے لگے۔
 کھڑکیاں اندر سے جمی ہوئی سانسوں سے
 دھنڈلا گئیں۔
 بچوں کی سسکیاں
 اندھیرے میں گونجتی رہیں۔
 ببر شخص کے دل میں ایک بی خوف تھا
 اگر کھانا ختم ہو گیا
 ... اور باہر جانا پڑا
 تو کیا ہمارا انجام بھی
 حامد جیسا بوگا؟

 **ضرورت کا شکنجہ**
 رات کے گھرے بونے کے ساتھ ساتھ
 یہ نیا عذاب اور سخت ہوتا گیا۔
 اکا دکا لوگ
 — مجبوری میں باہر نکلنے کی کوشش کرتے
 ، کسی کے گھر کا بچہ بیمار تھا
 ، کسی کا پانی ختم ہو چکا تھا
 کسی کا برتن گر گیا تھا۔
 مگر مکھیوں کے غول
 ہر حرکت کو سونگھے لیتے۔

جیسے بی کوئی قدم گلی میں پڑتا
 سیاہ بادل لپک کر آتا
 اور پلک جھپکتے میں
 انسان کا وجود
 بس چیخ کی گونج میں بدل دیتا۔

موت کے سوال

اندھیرے گھروں میں بیٹھے لوگ
رونے لگے۔
بُوڑھے کانپتی آواز میں بُڑاتے
یہ کہاں سے آگئیں؟“
کیا ہم کبھی
اس کالونی سے نکل بھی سکیں گے؟
”یا یہ جگہ اب ہمارا قبرستان ہے؟

باشم نے سرد سانس لے کر
کھڑکی کے پار
اس ابلتے سیاہ بادل کو دیکھا۔
مکھیوں کی بھنپھناہٹ
اب اس کے دل کی دھڑکن میں
گھل چکی تھی۔
اس کے لبوں سے
بغیر سوچے نکل گیا
”...یہ صرف مخلوقات نہیں“
یہ وقت کی ایک اور قید ہے۔
یہ جگہ ہمیں
”مرنے سے پہلے توڑنا چاہتی ہے۔

امید کی ٹھیکاناتی روشنی

رات بھر لوگ
اپنی سانسیں تھامے بیٹھے رہے۔
کچھ بھے اپنی ماؤن کے سینے سے
لپٹ کریے بوش بو گئے۔
پانی کے گھونٹ نایاب ہو چکے تھے
اور کھانے کا ایک ایک نوالہ
اب زندگی کے برابر لگتا تھا۔

مگر باشم کے دل میں
ایک عجیب سا سوال
اور گھرا ہوتا جا رہا تھا
یہ مکھیوں کا لشکر
کس نے چھوڑا؟
یہاں پر آفت
کس نہ کسی پیغام کے ساتھ آتی ہے
تو اس بار پیغام کیا ہے؟

رات ختم ہونے کا نام نہیں لے دیں تھے
اور بر گزرتا لمحة
یوں محسوس ہوتا تھا
جیسے ساری کالونی

کسی زندہ قبر میں
دھیرے دھیرے دفن کی جا رہی بو۔

باب 32 - نئی فیملی کا خوفناک استقبال

اندھیرے میں گونجتی آواز

ساری کالونی ابھی بھی
پچھلی رات کی مکھیوں والی دبشت سے

کانپ رہی تھی۔
بڑگھر میں چراغ مدهم تھی
، بڑ دل میں دعا لرز رہی تھی
—کہ اچانک

...ووووووو

ایک گاڑی کی گہری گڑگڑاٹ
اندھیرے کو چیرتی بوئی
کالونی کے سنسان دروازے سے
اندر آتی ہے۔

سب گھروں کے دروازے
آبستہ آبستہ کھلنے لگتے ہیں۔
—لوگ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں
یہ کون بو سکتا ہے؟
رات کا وقت
، اوپر سے مکھیوں کا حملہ
اور اب گاڑی کی آواز؟

باشم نے کھڑکی سے جہانکا۔
دور اس نے بیڈ لائٹس کی
دو چھتی بوئی کرنیں دیکھیں
جو جیسے اس ویران کالونی کو
چیر کر رکھ دینا چاہتی تھیں۔

یے وقت کا مریمان 😢
ڈری سہمی آوازوں کے ساتھ
کالونی کے ربائشی
آبستہ آبستہ اپنے گھروں سے نکلنے لگے۔
سرد بوا میں
ہر قدم کی چاپ اور بھی سنسناتی تھی۔

ریحان نے سرگوشی کی
یہ کیسے لوگ ہیں ”
جو اس وقت یہاں آ رہے ہیں؟
کیا انہیں پته نہیں

یہاں رات میں نکلنا
”موت کو دعوت دینا یے؟“

گاڑی کالونی کے بیچوں بیچ آ کر رکی۔
انجن بند ہوتے ہی
ایک سناؤں سا چھا گیا۔
سب کی نظریں گاڑی کے دروازوں پر جمی تھیں۔

فیملی کا تعارف

پہلا دروازہ کھلا۔
ایک لمبا، دبلا پتلہ آدمی نیچے اترا۔
اس کا چہرہ سانو لا
آنکھوں کے نیچے بلکے سیاہ حلقے۔
یہ نصیر تھا
اس فیملی کا سربراہ
عمر تقریباً پچین سال۔

—اس کے پیچھے اس کی بیوی فریال نکلی
سفید دوپٹے میں لپٹنی
چہرے پر تھکن اور خوف کی ملی جلی لکیریں۔

:پھر ان کے چھ بھے ایک ایک کر کے نکلے
:**حنا** (22 سال)

دودھیا رنگت، لمبے سیاہ بال
آنکھوں میں ایک ضدی چمک۔

علی (20 سال)
لمبا اور مضبوط جسم
مگر چہرے پر ایک عجیب سا
پریشان سکون۔

فررو (18 سال)
پتلی دبلي
ہونٹ مسلسل کپکپا رے تھے۔

حمزہ (15 سال)
گھبرا یا ہوا مگر آنکھوں میں
حیرت کی تیزی۔

ایمن (10 سال)
چھوٹا قد، معصوم سا چہرہ
مان کی قمیص کو مضبوطی سے پکڑے۔

اویس (8 سال)
سب سے چھوٹا
آنکھوں میں خوف اور
سانسون میں سسکیاں۔

یہ آئھوں لوگ
بالکل اجنبی تھے
مگر ان کے چہروں پر
یہیں ڈر لکھا تھا
جو اس کالونی میں آئے والا
بر انسان ساتھ لاتا تھا۔

● بے بس استقبال !

—کالونی والے ان کی طرف دوڑے
، چہرے پر گھبراٹ
قدموں میں عجلت۔

باشم سب سے آگے تھا۔
”جلدی کریں“
”اندر آئیے
”!یہاں باپر خطرہ ہے

: ریحان نے بھی آواز لگائی
رات میں باپر رینا“
”!جان کے ساتھ کھیلنے کے برابر ہے

: مگر نصیر نے سر بلا کر کھا
”ہم ابھی ابھی“
...ایک حادثے سے نکلے بیس
”... تھوڑا سنبھلنے دیں

: فریال نے گھبرا کر پوچھا
یہ جگہ آخر ہے کیا؟“
”ہم تو بس مدد مانگنے کے لیے

باشم نے ان کی بات کاٹ دی۔
”یہاں باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے“
”!براہ کرم اندر چلیں۔ ابھی

مگر نئے آئے والے
سمجھ نہیں پا رہے تھے۔
وہ ایک دوسرا کو
، دھیمی آواز میں تسلی دیتے رہے
جیسے خطرہ کو
بس وہم سمجھ رہے ہوں۔

● انسانی چہروں والی مخلوق

اچانک دور سے
چار دھنڈلے سائے نمودار بوئے۔
ان کی چال آبستہ مگر

ڈرا دینے والی تھی۔
چاندنی میں وہ بالکل انسان لگ رئے تھے۔

ایک نے پولیس کی وردی پہن رکھی تھی
چہرے پر سیاہ ٹوپی۔
اس کے ساتھ تین اور
دو عام کپڑوں میں
اور ایک جیسے کوئی پادری بو۔

نصیر کے بڑے بیٹے علی نے
پولیس کی وردی والے کو دیکھ کر کہا
”دیکھو“
...پولیس لے
”! یہ بماری مدد کرنے گا“

اس نے فوراً حنا اور حمزہ کو اشارہ کیا۔
”چلو“
”ہم اس سے بات کرتے ہیں۔

باشم نے دور سے چیخ کر کہا
”نہیں“
”! پیچھے رو“

ریحان نے بھی چلایا
”! یہ انسان نہیں ہیں“

مگر علی، حنا اور حمزہ
پہلے ہی آگے بڑھ چکے تھے۔

 خوفناک حقیقت
پولیس والا آبستہ آبستہ
—مسکرانے لگا
ایک ایسی مسکرات
جس میں انسانی بنسی نہیں
بلکہ زبر بھری بلاکت تھے۔

Hanna نے قدم روکا۔
”یہ... یہ کیسی بنسی ہے؟“

پولیس والا ایک دم رکا
—اور پھر
اس کا منہ غیر فطری طور پر
پھیلنے لگا۔
جلد کے نیچے بدیاں
ٹوٹتی کھڑکھڑاٹی سنائی دین۔

چند لمحوں میں
اس کا جبڑا اتنا بڑا ہو چکا تھا
کہ ایک پورا انسان
اس میں سما سکتا تھا۔

، حنا کے حلق سے چیخ نکلی
مگر دیر ہو چکی تھی۔
ایک ہی جھپٹ میں
وہ جبڑا آگے بڑھا
اور علی کو پورا کا پورا
نگل گیا۔

افراتفری

یہ منظر دیکھ کر
پورا میدان چیخوں سے گونج اٹھا۔
حنا اور حمزہ خوف کے مارے
، پیچھے بٹنے لگے
مگر پیچھے سے
باقی تین مخلوقیں
اچانک لپک آئیں۔

ایک نے حنا کو کندھے سے پکڑا
دوسرے نے حمزہ کو۔
ان کی باریک انگلیاں
، چاقو کی طرح جسم میں دھنس گئیں
اور اگلے بن لمحے
وہ دونوں بھی
ان اندھیروں میں نگل لیے گئے۔

روتی بوئی معصومیت 

نصیر کے باقی چھ بچے
(فردا، ایمن، اویس اور باقی)
زمین پر گر کر
زور زور سے رونے لگے۔
ان کے جسم خوف سے
اتنے لرز رہے تھے
کہ اُنھیں نہیں پا رہے تھے۔

باشم اور باقی کالونی والے
، بھاگ کر آگے بڑھے
چیختے بوئی انہیں اٹھایا۔
ریحان نے اویس کو گود میں اٹھا کر
چیخ کر کہا

”گھر کی طرف بھاگو“
”ابھے“

پناہ کی دوڑ

سب ایک ساتھ
قریب ترین بڑے گھر کی طرف دوڑتے۔
مخلوقین دھنند میں
اب بھی منہ کھوئے
کروڑوں مکھیاں اگلتی
، چلتی ریں
مگر کسی نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

آخر کار
سب اس بڑے گھر میں گھس گئے۔
دروازے اندر سے بند کر کے
لوگ پانپتے بوئے گر پڑتے۔
ساری رات بس
سسکیوں اور بچکیوں میں گزری۔

نئے آئے والوں کی کہانی

جب سانسیں تھوڑی بحال بوئیں
باشم نے نصیر کی طرف دیکھا۔
...آپ لوگ“

یہاں کیسے پہنچے؟
”کون سا راستہ لیا تھا؟“

نصیر کے کانپتے بونڈوں سے
الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکلے۔
...بم... بم شهر سے بھاگ کر آئے“
، راستے میں ایک پل ٹوٹا
...گاڑی کئی بار رکی
...ایک بستی میں آگ لگی تھی
پھر اچانک یہاں کا راستہ
سامنے آگیا۔
”...بمیں لگا شاید یہ جگہ محفوظ ہے“

یہ کہتے ہوئے
اس کی آنکھوں سے آنسو بھنے لگے۔
فریال نے بچوں کو سینے سے لگایا
لیکن ان کی آنکھوں میں
صرف ایک سوال جل رہا تھا
کیا واقعی یہ جگہ
کبھی محفوظ ہو سکتی ہے؟

خوف کی صبح

رات بھر کے

دھنڈ اور چیخوں کے بعد

، جب صبح کی پہلی کرنیں پھوٹیں

سارا گھر خاموش تھا۔

—مگر باہر

بوا میں اب بھی

کالی مکھیوں کے پروں کی

...مدھم بھنبھناپ سنائی دے رہی تھی

جیسے یہ سب کچھ

بس ایک نئے عذاب کی شروعات ہو۔

باب 33 - خوف کی صبح اور ایک نئی نحوست کی آمد

سروج کی پہلی کرن... جو روشنی نہیں، نحوست لاتی ہے

، رات کی وہ بولناک چیخیں

، مکھیوں کے پروں کی بھنبھناپ

اور تین بیگناہ جانوں کا

—انسانوں کے سامنے نگل لیا جانا

یہ سب ابھی بھی بوا میں لٹک رہا تھا۔

...صبح بؤئی

مگر یہ وہ صبح نہیں تھی

جو امید لاتی ہے۔

یہ صبح ڈری، بھاری، بیمار تھی۔

ایسا لگتا تھا جیسے روشنی نے

خود ڈر کے مارٹے سیاہی اوڑھ لی ہو۔

کالونی کے بڑے گھر کا دروازہ

، آبستہ آبستہ کھل رہا تھا

، جیسے لوگ روشنی نہیں

اپنی سزا دیکھنے باہر آ رے ہوں۔

باشم سب سے پہلے نکلا۔

، آنکھوں کے نیچے ڈارک سرکل

رات بھر چیخوں اور بھاگ دوڑنے

اس کا چہرہ ماند کر دیا تھا۔

، ریحان پیچھے آیا

—جسم میں کپکپی تھی

سردی کی نہیں بلکہ گزری رات کی دبشت کی۔

ئئی فیملی کے بھے
ابھی تک زمین پر بیٹھے لرز رے تھے۔
فررو کی آنکھیں سوچی بوئی تھیں
ایمن مان کے کپڑے پکڑے بیٹھا تھا
اور اویس...
اویس تو بالکل بھی نہیں بول رہا تھا۔

اس کا چھوٹا سا چہرہ
صرف ایک سوال تھا
”میرے بھائی بھن کھان گئے؟“

اور اس سوال کا جواب
اس دنیا میں کوئی نہیں دے سکتا تھا۔

بابر پھیلی خاموش دبشت

جب ہاشم نے گھر کا دروازہ کھولا
تو بابر ایک عجیب منظر تھا۔

سڑکیں گلیاں سب خالی
دیواریں نمیں سے بھیگی بوئی
اور بوا میں وہیں مکھیوں کی
مدھم مگر خوفناک بھنبھنا بٹ
جو لگتا تھا اب کبھی ختم نہیں ہوگی۔

ریحان نے آبستہ کہا

یہ... یہ آواز سبح کے وقت بھی کیوں ہے؟“
”... یہ تو صرف رات میں نکلتی تھیں

ہاشم کی نظریں دھند میں تحلیل بو رہی تھیں۔

”یہ اچھی علامت نہیں“
”کچھ نیا ہونے والا ہے۔“

اور جیسے اس کے الفاظ پر مہر لگانے
درختوں کے اوپر سے
کالی دھبوں کے جہند
دور آسمان میں بلتنے نظر آئے۔

...مکھیاں
جو پہلے رات تک محدود تھیں
اب شام اور دوپہر کی طرف بھی آری تھیں۔

گھر گھر ماتم

کچھ دیر میں پوری کالونی اکٹھی ہو گئی۔
سب نے نہایت اداسی کے ساتھ
نصیر کی فیملی کے تین افراد
کے لیے دعا کی

مگر حقیقت یہ تھی:
یہ لوگ رو ری تھے
کیونکہ انہیں معلوم تھا
یہ کل کسی اور کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے۔

ایک عورت رو کر چیخنے لگی
ہم کب تک یہاں پھنسی رہیں گے؟
کب تک ایسے مرے رہیں گے؟
”کب تک اپنے بچوں کو مرتا دیکھیں گے؟!

بوا میں چیخ کی گونج بلکی سس ٹوٹی،
اور فضا میں لرزہ طاری ہو گیا۔

نصیر کے بھے ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے سسک رہے تھے۔ فریال کی آواز بھرا گئی

”...یکن یہ تو قبر سے بھی بدتر ہے“
”...بم سمجھتے تھے یہ جگہ محفوظ ہے“

باسم نے آنکھیں بند کیں۔
وہ بھر، ٹوٹ ربا تھا۔

ایک نئی نحوست کا آغاز - مکھیوں کا دن میں حملہ

—اچانک اوپر سے آواز آئی
99999999999999999999—

سب نے گھیرا کر آسمان کی طرف دیکھا۔

سورج کے سامنے
کالی بادلوں کی طرح
مکھیوں کا ایک بڑا جہنڈ
کالونی کے اوپر سے گزر رہا تھا۔

یہ نئی نسل تھیں
بڑی، چیپیں
اور ان کے پروں سے
بدیہ آدی، تھیں۔

ریحان نے سرگوشی کی
یہ... یہ کہاں سے آگئیں؟
”...بم نے تو کبھی یہ شکل نہیں دیکھی

باشم کے قدم پیچھے بٹ گئے۔

کچھ بہت غلط بونے والا ہے۔
...یہ خطرہ
، پہلے سے بڑا ہے
، زیادہ تیز
”زیادہ قریب۔

لوگ گھبرا کر گھروں کے اندر دوڑ گئے۔

، بہر کوئی دروازے بند کرنے لگا
، کھڑکیوں کو کپڑوں سے لپیٹنے لگا
جیسے روشنی بھی
اب خطرہ بن چکی ہو۔

کالونی کا خوفناک پلان - ایک گھر میں رینے کی تیاری 🏠

اس دن دوبارہ میٹنگ بہری۔
سردی، بھوک، اور نئی مکھیاں
سب کا دم نکال رہی تھیں۔

ریحان بولا
”بمیں سردی بھی روک رہی ہے“
، رات کو مخلوق بھی
اور اب یہ مکھیوں کا طوفان بھی۔
اگر ہم سب الگ الگ گھروں میں رہے
— تو جلد ہی سب ختم ہو جائیں گے
”ایک ایک کر کے۔

ایک بوڑھے آدمی نے
لرزتی آواز میں کہا

پچھلے بفتے بم نے“
... ایک گھر میں رینے کا پلان بنایا تھا
”شاید... شاید اب وہی کرنا پڑے گا۔

باشم نے گھری سانس لی۔

— آج رات سے“
پورے لوگ ایک بی بڑھے گھر میں رہیں گے۔
... کوئی باہر نہیں نکلے گا

نہیں تو یہ نئی مکھیاں
”ہمیں دن میں بھی مار دیں گی۔

سب نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔
ان کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔

—وہ ایک قید میں تھے
جہاں ہر دن
ایک نیا عذاب لے کر آتا تھا۔

رات کی آمد... دیے قدموں ایک نئی دبشت کے ساتھ 🎃

شام ہوتے ہوتے
لوگ اپنے چند کپڑے اور بستر
پکڑ کر اس ایک بڑے گھر میں آنا شروع ہو گئے۔

باہر مکھیاں
کھڑکیوں اور دیواروں پر
بیٹھ بیٹھ کر عجیب سی آوازیں نکال رہی تھیں
جیسے کسی چیز کی خوبصورتی سونگھہ رہی ہوں۔

گھر کے اندر
، گھپ اندھیرا
، ڈرے ہوئے لوگ
سسکیوں میں بھیگ آوازیں۔

باہر بوا میں
کالے پروں کا شور بڑھ رہا تھا۔

باشمنے آئستہ سے کہا

”... دروازہ بند رکھو“
آج کی رات
”... پچھلی رات سے بھی بھاری ہو گی

— اور جیسے بی دروازہ بند بوا

پورے گھر کی چھت پر
درجنوں مکھیوں نے زور سے ضرب مارنی شروع کر دی۔

اس تاریکی میں
ایک نئے خوف کا
جنم ہو چکا تھا۔

ایک بن گھر میں قید... موت دروازے پر بیٹھ گئی

پورا دن خوف میں گزرا تھا۔
نئی قسم کی بڑی، چیچپیں مکھیاں
صبح بی سے کالونی کے اوپر منڈلا رہیں تھیں۔
رات بونے سے پہلے بی
سب لوگ اس بڑے، ٹوٹی چھت والے گھر میں
اکٹھے بو گئے تھے۔

اندھیرا گھبرا پوتا جا ربا تھا۔
 گھر کے اندر سانس لینے تک کی آواز
 صاف سنائی دے رہی تھی۔
 دروازے پر لکڑی کا موٹا شتیر
 ٹیک دیا گیا تھا
 کیونکہ سب جانتے تھے
 اب جو آئے والا ہے
 وہ دروازہ دھکا دے کر نہیں
 چبا کر کھولے گا۔

بابر بوا میں
مدھم بھنبھنا بٹ
اچانک تیز بونے لگ
- 9999999999999999

ریحان نے باشم سے سرگوشی کی
...لگتا ہے آج وہ

بِاَشْمَنْ نَخْوَفْ چَهْپَاتَيْ بُؤْ كَهَا
...خَامُوشْ رِبُوْ”

مگ خود اس ک، ٹانگر، کانپ ری، تھہر۔

اندھیرے میں گرم جسموں کا جھرمٹ

گھر میں ایک بڑے کمرے میں
تقریباً 47 لوگ جمع تھے۔
سردی شدید تھی،
لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر
گرمی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

ماں نے اپنے بچوں کو
گود میں چھپا لیا تھا۔
نصرت کی باقی 6 اولادیں

جو رات کو مان باپ کے سامنے
—اپنے تین بہن بھائی کھو چکے تھے
خاموش آنسو بہا رہی تھیں۔

فرووا کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔
اویس مان کے دوپٹے میں چھپا بیٹھا تھا
ایمن تھکن سے سونے کی کوشش کر رہا تھا
مگر بر چند لمحے بعد
کانپ کر اٹھ جاتا تھا۔

—گھر میں ایک عجیب خاموشی تھی
وہ خاموشی
جہاں سب کو صرف ایک آواز سنائی دیتی ہے
موت کی چاپ۔

پہلا اشارہ - چھت کا لرزنا

...اچانک

...تھک... تھک... تھک

چھت پر بھاری بوٹوں جیسے
آوازیں آئے لگیں۔
مردؤں نے فوراً لالٹینیں بجھا دیں۔

ریحان نے ہونٹ کاٹی
یہ مکھیاں بیسیں؟
”یا... کچھ اور...؟“

چھت دوبارہ لرزی۔
اس بار زیادہ زور سے۔

!تھڈووووووو!

پورے کمرے کی دھول نیچے گرنے لگی۔
عورتیں چیخ مارنے بی والی تھیں
کہ باشم نے باٹھ سے سب کو چپ رینے کا اشارہ دیا۔

اوپر کوئی چیز
سست رفتار میں
چھت پر چل رہی تھی۔
ایسے جیسے بھاری جسم
اپنے وزن سے
پرانے گھر کی لکڑی کو
دھکا دے رہا ہو۔

بابر سے مکھیوں کی آواز بھی
اور تیز ہوتی جا رہی تھی

دیواروں کے بڑے کونے سے
یہ آوازیں یوں آ رہی تھیں
جیسے پورا گھر
کسی قبر میں تبدیل ہو گیا ہو۔

پہلا وار - چھت میں دراڑ

پھر
چاہا!

چھت کی درمیان والی لکڑی
ایک دم سے پھٹ گئی۔
مٹنی چھت گری۔
چار پانچ بھی چیخ اٹھی۔

فریال نے انہیں گود میں چھیا لیا۔

بِریحان کی سانس پھول گئی
...بے صرف مکھیاں نہیں“
”اویر ... کوئی اور جیز بھر، بے

باقش نے آپستہ کھا
پچھلی رات جو پولیس والے کی شکل میں مخلوقات آئیں تھیں ”
...وہ شاید
”اکیلی نہیں تھیں

اوپر سے کچھ گھسائیں کی آوازیں آئے لگیں۔
ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی
— چھت پر باتھ رگڑ رہا بو
... بہت بڑے باتھ
کھردڑے ناخن
اور کھرچنے کی ایسی آواز
جو انسان کے اندر تک بیوست بو جائے۔

سنس روک دینے والا لمحہ

احانک

ساري، آوازير، نند ۽ گئر،

مکھیاں خاموش۔
چہت خاموش۔
بیا خاموش۔

جیسے پوری دنیا
ایک لمحے کے لیے
مر گئی ہو۔

سب لوگ
ساکت۔

کوئی سانس نہیں
کوئی کھڑکی کی جنبش نہیں
بس خاموشی
ایسی خاموشی جو
بن سنبلہل کر چیخ مار دینے پر مجبور کر دے۔

—پھر
”ک... کون ہے... اوپر؟“
ایمن نے آپستہ روتے بُئے کہا۔

سب نے اسے فوراً چپ کرایا۔
مگر بہت دیر بو چکن تھیں۔

حقيقت یے نقاب - نئی مخلوق کا پہلا ظرور

اوپر سے،
ایک خوفناک، گھری
انسانی نہیں
بلکہ جانوروں سے بھی باپر کی
سانس لینے کی آواز آئی۔

9999999999...
Page 1

لیکن اس سانس میں
کچھ انسان جیسا بھی تھا۔
ایسے جیسے کوئی
بھنڈے پھیپھڑوں والا
آدمی
تیزی سے سانس لے رہا ہو۔

۱۰۷

چھت میں ایک سوراخ بنا
اور اس سوراخ میں سے
دو پیلی چمکتی آنکھیں
نیچے کمرے میں جہانکنے لگیں۔

بھے چیخ اُنھے۔
عورتیں بیجھے بٹ گئیں۔

نصیر نے گھبرا کر بولنے کی کوشش کی
”یہ... یہ... کون...؟“

باشم نے لرزتی آواز میں کہا
”یہ... مخلوق نہیں“
”... یہ تو... کوئی اور بی چیز یہ

وہ آنکھیں
انسانی نہیں تھیں۔
وہ آنکھیں
جانور کی بھی نہیں تھیں۔
وہ ایسی تھیں
جیسے اندھیرے میں
دو بلب جلائے کسی نے
نیچے جہانکا ہو۔

—پھر
آہستہ آہستہ
اس چیز نے
اپنی انگلی سوراخ سے اندر ڈالی۔

...انگلی نہیں
ایک 12 انچ لمبی
پتلی، سیاہ
چمڑی میں لپٹی
بڈی جیسی چیز۔

وہ اندر کی دیوار پر
کھڑا شروع کر دی
کچکچ... کچکچ

پورے گھر میں
کان پھاڑ دینے والی خاموشی اور
اس کھڑجنے کی آواز
ٹکرا کر
قتل بننے لگی۔

باشم کا فیصلہ - آج رات جنگ نہیں، زندہ بچنا ہے

لوگ رونے لگے۔
کچھ عورتیں یہ بوش۔
بھے ماں کی گود میں سکڑ گئے۔
نصیر کے بھے دوبارہ چیخنے لگے
ہر آواز میں
اپنے تین بہن بھائیوں کی یاد تھی۔

بَاشِم اُنْهَا،
دِيْوَار سے ٹِيك لَگَا كر
دِهِيمَن مَگَر مَضِبُوت آواز مِين بُولَا

آج بم لڙنھیں سکتے۔
آج صرف سانس لے کر زندہ رہنا ہے۔
بم آواز نہیں نکالیں گے۔
نه ایک قدم چلیں گے۔
جب تک یہ چیز
...خود نہ چلی جائے”

سوراخ کے اوپر
وہ آنکھیں
اب بھی جہانک ربی تھیں۔

پورا گھر جیسے سانس روک کر ابنی تقدیر کا انتظار کر رہا تھا۔

رات

باب 35 - وہ آنکھیں... جو نیچے اتر آئیں

چھت کے سوراخ سے لٹکتا ہوا ڈر

اس رات کے ایک ایک لمحے میں
ایسا لگ رہا تھا جیسے
— دیواریں، چھت، فرش
سب کسی تیز بخار میں جل رہے ہوں۔

اوپر وہ سوراخ...
جس میں سے دو پیلی آنکھیں جہانک ری تھیں
اب آبستہ آبستہ
مزند بھٹنگ لگیر۔

دیواروں سے کٹنے کے آوازیں اٹھنے لگیں۔

کھنڈکی - ٹھاٹھا!

چھت کی لکڑی ایک جھٹکے سے ٹوٹی
اور سوراخ اتنا بڑا بو گیا
کہ کوئی آدمی اس میں سر بایر آ سکے۔

فریال نے بچوں کو چھپاتے ہوئے چیخ دبا دی۔
آنکھب ، غائب ہوئے۔

ایک لمھ...

دو لمھ...

۔ پھر

نیچے ایک بہت لمبی، سیاہ بانہ لٹک کر اندر آئی۔

...بانہ... یا ٹانگ

الٹی سمت میں مڑی ہوئی
ایسے جیسے بُدھی اندر سے ٹوٹی ہو
اور مخلوق نے بس ایسے بن استعمال کر لی ہو۔

لوگ دیوار سے چپک گئے۔

ریحان آبستہ بولا

”...یہ... اب اندر آنے والی ہے“

باشم نے سر ہلایا۔
اس کی آنکھوں میں وہ ڈر تھا
جو کبھی اس نے کسی کو نہیں دکھایا تھا۔

پہلی جان... جو اس رات گئی :

اچانک باپر سے
ایک 50 سالہ بوڑھا آدمی

نذیر چاچا

(جو دروازے کے پاس بیٹھا تھا)
آبستہ انہا اور پیچھے بٹنے لگا۔

اس کا پاؤں
ایک لوپے کے دُبے سے ٹکرایا۔

ڈبہ ٹننن کی آواز سے لڑھک گیا۔

پورے گھر میں آواز گونج گئی۔

اوپر لٹکی ہوئی بانہ
ایک جھٹکے سے کانپیں
اور اگلے بن لمھے
وہ چیز اندر ڈھڑام سے گرد پڑی۔

سیاہ دھول کے طوفان میں
ایک حیوانی چیخ سنائی دی۔

مخلوق نے نذیر چاچا کو
گردن سے پکڑا۔

: نذیر بڑیا کر بولا

”—بیٹا... بچاؤ“

مگر چیخ پوری بھی نہ نکل۔

مخلوق نے
اپنے دونوں جبڑے دو حصوں میں کھولے
ایسے جیسے کس نے
اس کے چہرے کے بیچ سے
ایک زپ کھول دی ہو۔

—ایک جھپٹ

!چپ
آدھی گردن اندر
آدھا چہرہ باہر۔

نذیر کا جسم جھٹکا کھاتا ہوا
... آبستہ آبستہ نیچے گرا

اور پھر
اسے پورا کا پورا نگل لیا گیا۔

نذیر کی آخری آواز تھی

”—خو“

... بس اتنی
پھر خاموش۔

پورا کمرہ ساکت ہو گیا۔

● نئی حقیقت — یہ پولیس والے یا مکھیوں والی مخلوق نہیں... کچھ اور تھا

یہ مخلوق
پچھلی رات والی نہیں تھی۔

— یہ نئی نسل تھی
لمبی باتھ،
لمبی ٹانگیں،
اندر کی طرف دھنسے ہوئے سینے
اور چہرہ ایسا
جیسے دو انسانوں کو پگھلا کر
ایک چہرہ بنایا گیا ہو۔

آنکھیں
پیلی نہیں تھیں۔

اب وہ لال تھیں۔

خون کے لال۔

ریحان نے باشم کے کان میں کہا

”...یہ... ارتقاء ہے“
”...مکھیوں نے... ان کی شکل بدل دی ہے

باشم نے کانپ کر کہا

”اگر یہ اندر آگئے“
”...تو ہم سب ختم ہیں

دوسری موت - ایک نوجوان لڑکا 🔥

— مخلوق نے تیز آواز نکالی
ایس آواز جیسے
کس نے لوٹ کی پلیٹ کو زور سے رکڑا بو۔

— پھر

وہ کمرے کے کونے کی طرف لپکی
جہاں 18 سالہ لڑکا

سراج
اپنی ماں کے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس کی ماں چلائی

”!— میرے بچے کو نہ چھونا“

مگر مخلوق نے
سراج کو ٹانگ سے پکڑا
اور دیوار پر دے مارا۔

!!ڈھڈااام

دیوار خون سے بھر گئی۔

سراج کی کھوپڑی
ایک بی ضرب میں ٹوٹ گئی۔

ماں چیختی ہوئی اس کے اوپر گری۔

مخلوق نے اس کے سینے پر
اپنی انگلی پھیری

—بس ایک بار

اور اس کی چیخ
ایک دم خاموش ہو گئی۔

موت کمرے میں ناچنے لگی تھی

اب لوگ رو بھی نہیں سکتے تھے۔
چیخ بھی نہیں سکتے تھے۔
خوف اتنا گھرا تھا
کہ آنسو بھی پیچھے بٹ گئے تھے۔

باشم کا فیصلہ — یہ رات لڑ کر نہیں، بتھیار ڈھونڈ کر جیتنی ہے 🔥

باشم نے سب کو دیوار کی طرف دھکیلا۔

...یہ ابھی صرف ایک آئی ہے“
...بابر ساری رات مکھیاں بیس
...اور یہ... نئی قسم
اگر پوری تعداد میں آگئیں
”تو بم آخری انسان ہوں گے گروہ کے۔

ریحان نے پوچھا:

”پھر کیا کریں؟!

باشم نے آبستہ مگر سخت لہجے میں کہا

ہمیں... اس کی کمزوری ڈھونڈنی ہے۔“
لیکن ابھی نہیں
”ابھی صرف زندہ رہنا ہے۔

اوپر چھت میں
اور سوراخ بننے جا رہے تھے۔

آوازیں آ رہی تھیں۔

...ایک نہیں
...دو نہیں
...پانچ
...سات
...دس

ریحان کی آواز کانپ گئی

”باشم... یہ... پورے جھنڈ کے ساتھ آئے بیس“

باشم نے آنکھیں بند کیں۔

آج صرف زندہ رینا یے۔“

...کل

”بماری جنگ شروع ہوگی۔

...رات ختم نہیں بوئی

مگر امید کا پہلا انگارہ جل اٹھا تھا۔

باب 36 - جنگل کے دل میں چھپا بوا راز

وہ چیز... جو موت کو مار سکتی تھی

،صبح بوئی

،مگر دھوپ کمزور

،پیلے رنگ کی

جیسے بزاروں مکھیوں کے پروں سے چھنی ہو۔

پوری رات کی تباہی کے بعد

گھر میں خاموشی ایسے بیٹھی تھی

جیسے لوگ سانس بھی آبستہ لے رہے ہوں۔

ہاشم نے سب کو جمع کیا۔

”بمیں زندہ رینے کے لیے“

لڑنے کی ضرورت ہے۔

اور لڑنے کے لیے

”...بمارے پاس کوئی بتهیار نہیں

ریحان نے دھیرے سے کہا

”...پر... ایک جگہ ہے“

...جنگل میں

جہاں بوڑھے لوگ کہا کرتے تھے

”...کہ، پہلی مخلوق' کو مارنے والی چیز چھپی ہے

ہاشم نے چونک کر پوچھا

”یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی؟“

ریحان نے سر جھکا کر کہا

کیونکہ اس جگہ تک پہنچنے کے لیے“

دینی پڑتی ہے۔ QURBANI تین زندگیوں کی

ور نہ وہ چیز باتھ نہیں لگتی۔

”...کبھی کسی نے کوشش بنی نہیں کی

کمرے میں سنائی چھا گیا۔

:نصیر نے تھکے بوئے لہجے میں کہا

”اگر بم نہ گئے“

...تو یہ سب

...یہ بھے

...بم سب

”ایک ایک کر کے ختم بو جائیں گے“

:باشم نے فیصلہ سنا دیا

”بم جائیں گے۔“

آج بی۔

—اور جو بھی ہو

”بم وہ چیز لے کر آئیں گے۔“

وہ سفر... جس کی واپسی کی کوئی امید نہیں 

دوپھر تک

؛ صرف 7 بھادر مرد تیار ہوئے

باشم

ریحان

نصیر

”سراج کا بڑا بھائی“ کرار

عمران

بختیار

اور 17 سالہ لڑکی ”عروج“ (جو تیر چلانے میں مابر تھی)

سب نے خاموشی سے

—اپنے پیچھے اپنے گھروں کو دیکھا

جیسے شاید آخری بار دیکھ رہے ہوں۔

پھر وہ جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔

...جنگل

کبھی بھی اتنا خاموش نہیں تھا۔

،کوئی پرندہ نہیں

،کوئی جانور نہیں

صرف مکھیوں کی دور سے آتی

...مدھم بھنبھنا بٹ

جنگل کا دل — سیاہ بادشاہ کا مزار

تین گھنٹوں کے سفر کے بعد
وہ ایک ایسی جگہ پہنچے
جسے دیکھ کر سب کی ٹانگیں کانپ گئیں۔

سات کالی چٹانیں
گول دائڑے میں کھڑی تھیں۔
ان کے بیچ میں
ایک سیاہ رنگ کا قدیم پتھر تھا

جس پر
انسان، حیوان اور مکھی
تینوں کی تصویریں بنی تھیں۔

ریحان نے خوفزدہ آواز میں کہا

”...سیاہ بادشاہ کی قبریے“
”...پہلی مخلوق کا باپ

پتھر کے بیچ
ایک چھوٹی سی لکیر تھی
جیسے کوئی دراز بند ہو۔

باشم نے باٹھ آگے بڑھایا۔

—جیسے بی اس کی انگلی لگی

!پھوووووووووم

زمین لرز گئی۔

پتھر پر لکھائی چمکنے لگی

“

تین جانیں دو 
تب روشنی کی راہ کھلے گی

“

سب ایک دوسرے کو دیکھتے رہ گئے۔

نصیر کی سانس رک گئی۔

”...اگر تین لوگ نہ مرتے“
”...تو وہ چیز باٹھ نہیں آئے گی

قربانی — وہ لمحہ جس نے فضا کو خون کر دیا 

لمحہ یہ رحم تھا۔

خاموشی قاتل تھی۔

...پھر
ایک آواز آئی۔

”...میں چلتا ہوں“

—یہ کرار تھا
سراج کا بھائی۔
جس کی مان پچھلی رات مر چکی تھی۔

”...میری دنیا تو ویسے بھی ختم ہو گئی ہے“

سب کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

دوسری آواز آئی۔

”...میں بھی“

یہ بختیار تھا۔
اس کے چہرے پر سکون تھا۔

میں اپنے بچوں کو“
”ایسی دنیا نہیں چھوڑ سکتا

...تیسرا آواز
—سب نے روکنی چاہی
مگر وہ پھر بھی بولی۔

”...میں... بھی تیار ہوں“

یہ عروج تھی۔

:سب چیخ پڑھ

”انہ کرو! تم بچی ہو“
”—ہم کوئی اور راستہ“
”!نہیں“

عروج نے آنسو صاف کر کے کہا

میری مان... مخلوق نے پچھلے سال کھا لی تھی۔“
میں ڈر کر نہیں جی سکتی۔

...میری موت شاید
”...کس اور بھی کی زندگی بن جائے

ہاشم نے سر جھکا لیا۔

تینوں کندهے سے کندھا ملا کر
اس سیاہ پتھر کے بیچ کھڑے ہو گئے۔
زمیں ہلنے لگ۔
پتھر چمکنے لگا۔

...پھر
ایک خوفناک چیخ
||||||| چھبیسا |||||!!!!

تینوں کے جسم
دھنڈ میں بدلنے لگے۔

ان کے چہرے
ان کے باطن
بر چیز تحلیل ہونے لگ۔

:کرار کی آخری آواز

...میری ماں سے ... کہنا“
”...میں ... آ ربا ہوں

بختیار کی آخری آواز

”...بچوں کو... کہنا... بہادر ربیں“

عروج کی آخری آواز

”...یہ جنگ... جیت لینا“

...پھر تینوں دھوائے بنے
اور پتھر انہیں اندر کھینچ کر
خاموش ہو گیا۔

وہ چیز — جس سے مخلوق مرتی ہے 🔥

پتھر کے بیچ کی لکیر
بلکی سی کھل گئی۔

اندر
ایک سیاہ چمکتی ہوئی لاثہی تھی۔

اس کا سرا
خنجر جیسا
اور اس میں سے

—روشنی نہیں
بلکہ اندھیرا نکل رہا تھا۔

زیحان نے بیٹھنے باٹھوں سے کہا

”...یہ
...یہ، سایہ خنجر یے
...یہ روشنی کو نہیں مارتا
”...یہ، اندھیرے کو مارتا یے

—یعنی
یہی مخلوق کی کمزوری تھی۔

باشم نے اسے باٹھ میں لیا۔
ایک جھٹکے سے
وہ خنجر
آسمان کی طرف اٹھ گیا۔

—اور جیسے ہی اٹھا
دور سے آتی مکھیوں کی آواز
زخمی جانور کی چیخوں میں بدل گئی۔

مخلوقات کو
پتا چل چکا تھا

انسانوں نے
ان کا موت والا بتهیار
حاصل کر لیا تھا۔

● جنگ... بس اب شروع ہونے والی تھی۔

”باب 37 – “اندر بڑھتی ہوئی آگ... اور مخلوق کا پہلا حملہ“

—سایہ خنجر باٹھ میں تھا
مگر ساتھ ہی
پوری فضا بلنے لگ۔

...بوا سیاہ بوتی جا رہی تھی۔

جیسے اندھیرا اب زندہ ہو گیا ہو۔

باشم نے خنجر مضبوطی سے تھاما۔
زیحان نے آبستہ کہا

”...وہ بمیں ڈھونڈ رے بیں“
...پہلی بار
”...ان کو انسانوں سے خطرہ محسوس ہوا یے

نصیر نے جلدی سے سب کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔

”!چلو! یہاں سے فوراً نکلنا ہوگا“

...لیکن

● پہلے قدم سے پہلے بی جنگل چپ نہ ربا۔

بھنبھنا بٹ نہیں... چیخیں۔ 

— دور نہیں
بالکل پاس۔

درختوں کے بیچ سے
...سینکڑوں نہیں
بزاروں مکھی نما مخلوق
جهنڈ کی صورت میں نکل رہی تھیں۔

ان کی آنکھیں
...انسانی آنکھوں جیسی سرخ
ان کے پر
...بلیڈ کی طرح تیز
اور ان کے چہرے
...آدھے انسان
آدھے کیڑا۔

ریحان نے خوف سے کانپتے ہوئے ہوا میں دیکھا۔

”...یہ... یہ تو رانی مکھی کا لشکر ہے“
”...عام مکھیوں سے دس گنا طاقتور

باشم نے تلوار اٹھا لی۔

”جو بھی ہو“
”!آج پیچھے نہیں ہٹنا

پہلی جہڑپ - انسانی طاقت کا پہلا ثبوت

چار مخلوق جھپٹ کر عمران پر گریں۔
اس کے کندھے میں دانت اتر گئے۔
وہ چیخا

”!!!!باشم“

—باشم نے سایہ خنجر گھمايا
اور صرف ایک جھٹکا۔

چمکتی بؤئی سیاہ روشنی
چاروں مخلوق کو چھوٹے بی
انپیں خاک میں بدل گئی۔

:ریحان کے منہ سے یے اختیار نکلا

...یا خدا“
”! یہ چیز واقعی... موت یہ ان کی

،نصیر نے عمران کو سہارا دیا
—اس کے زخم سیزن لگے تھے
مگر وہ بچ گیا۔

مخلوق پیچھے ہٹی۔

سایہ خنجر کی طاقت
ان کو جلا ریں تھے۔

...مگر

● یہ ختم نہیں بؤئی۔

—بلکہ

ایک بہت بڑا سایہ نمودار بوا۔

درختوں کے بیچ سے
ایک بہت بڑا مکھی نما دیو نکل کر آیا

چار بازو

دهات جیسے پر

لمبا انسانی چہرہ

اور دو سینگ

ریحان چیخ اٹھا

”! یہ...‘محافظ قبر’ یے“
”! سیاہ بادشاہ کے مزار کا رکھوا لا

باشم نے خنجر تانا۔

دیو نے خوفناک آواز میں کہا

...تم نے جو بمارا تھا
وہ لے لیا۔
...اب اس کی قیمت
”خون ہے۔

جنگل کی سب سے خطرناک لڑائی

دیو حملہ آور بوا۔

ہاشم نے اس کی بازو پر وار کیا۔
—ساپہ خنجر جوں بن لگا
گوشت جلنے لگا۔

: دیو دھاڑا

”!!!!—نہیں ممہم ممہم

اس دھاڑت سے
زمین لرز گئی۔
درخت بل گئے۔
عروج کی قربانی کی گونج
جیسے پورے جنگل میں سنائی دے رہی تھی۔

نصیر نے تیر چلایا۔
تیر دیو کے کندھے میں لگا۔ مگر وہ گرا نہیں۔

، دیونے جھپٹ کر بختیار کی خالی جگہ کی طرف دیکھا
جہاں ابھی کچھ دیر پہلے وہ کھڑا تھا۔

: ریحان بول اٹھا

”! یہ... یہ سمجھ رہا یے کہ بم سات ہیں“

عروج، کرار اور بختیار کی روحیں
اب بھی کہیں اس کے لیے دشمن تھیں۔

دیو چیخا۔
—وہ بوا میں بلند بوا
اور سب پر تیزی سے جھپٹا۔

—ہاشم نے پوری طاقت سے خنجر اوپر اٹھایا
... اور جیسے بن دیو قریب آیا

خنجر اور دیو کا ٹکراؤ

...ایک دھماکہ
...دھوان

روشنی...
اور دیو پیچھے جا پھینکا گیا۔

اس کے پر جل گئے تھے۔
اس کا چہرہ پگھلنے لگا تھا۔
وہ گھٹنے ٹیک کر گرجا

...یہ خنجر“
”یہ تو... بمارا... اختت

زور دار چمک نے
اسے مکمل راکھ بنا دیا۔

اور جنگل میں
سنائیا چھا گیا۔

واپسی - خوف، دکھ... اور امید کی چمک

سب بانپ رہے تھے۔
زخمی تھے۔
تھکے بوئے تھے۔

: ریحان نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا

”بم نے... اسے مار دیا۔“
”...بم... واقعی... جیت سکتے ہیں“

ہاشم نے آسمان کی طرف دیکھا۔

”کرار... بختیار... عروج“
”...بم خالی باتھ نہیں آئے“

وہ خنجر کو لپیٹ کر کپڑے میں چھپاتا ہے۔

اچانک دور سے
مکھیوں کی ایک بہت بڑی چیخ سنائی دیتی ہے۔

نصیر ڈر کر کھتابے

”یہ تو وہ آواز ہے“
”جو صرف، رانی مخلوق، نکالتی ہے
”...اس کا مطلب

ریحان کی آنکھیں پھیل گئیں

انہیں پتا چل گیا ہے کہ
... محافظ مر گیا ہے
”اب وہ خود... بماری طرف آ رہی ہے

سب ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔

باشم نے آبستہ سے خنجر نکالا
اس کی سیاہ روشنی آسمان میں اٹھی۔

اور اس نے صرف ایک جملہ کہا

...آج کی رات“
اصل جنگ بوگ۔
چلو – کالونی

”!واپس

وہ دوڑنے لگے۔
جنگل کانپ ریا تھا۔
ہوا میں موت کی مہک تھی۔

اور اب

”باب 38 – “رانی مخلوق کا غصہ... اور کالونی پر پہلا بڑا حملہ“

اندھیرا جو زندہ بو گیا

جنگل کی وہ رات
صرف اندھیرا نہیں تھی
یہ زندہ تھا، سانس لے ریا تھا، اور بر شاخ کے پیچھے
موت چھپی تھی۔

باشم، ریحان، نصیر اور باقی سب
سایہ خنجر کے ساتھ کالونی کی طرف دوڑ ریے تھے۔
بر قدم کے ساتھ
زمین کانپ ریت تھی۔

—دور سے سنائی دی
۹۹۹ ۹۹۹ ... ۹۹۹ ۹۹۹
ایک آواز جس میں صرف درد، غصہ اور انتقام تھا۔

ریحان نے باشم کی کمر پر باتھ رکھا

...یہ... یہ رانی مخلوق یے
...وہ خود چل ریت یے
”!بم پر... کالونی پر... مارنے

باشم نے خنجر کو مضبوطی سے تھامتے بوئے کہا

”تیار ریو۔“
”یہ بماری آخری لڑائی یے۔

کالونی کا پہلا بولناک حملہ

رات کے آدھے پہ کالونی میں
چپکے سے مخلوق نے گھسننا شروع کیا۔
درختوں کے سائے
ان کی شکل بدل کر
انسانی شکل کی دکانوں کی طرح لگنے لگے۔

اندھیرے میں
سنائا، صرف بچوں کی بچکیاں اور
کچھ گھریلو جانوروں کی چیخیں سنائی دئے رہیں۔

پہلا نقصان

ایک گھر کے باہر
نصیر کی بہن، سلمی
چھت سے گر کر مخلوق کی جھپٹ میں آگئی۔

اس کی چیخ
پوری کالونی میں گونجی۔
لوگ پیچھے ٹیئے، لیکن کچھ دیر بعد
مخلوق نے آگے بڑھ کر
دو اور لوگ نگل لیے

جاوید کی بیوی
ایک چھوٹا بچہ، 7 سال کا۔

سب کے دل کا انپ گئے۔
ربیحان نے باشم کی طرف دیکھا

”بم نے پہلے کبھی اتنی تباہی نہیں دیکھی... یہ سب ختم ہو جائے گا“

کالونی والوں کی پہلی مذاہمت

باشم نے سب کو اندر ایک بڑے گھر میں جمع کیا۔
سایہ خنجر کی روشنی
دیواروں پر پھیل گئی۔

—سب نے سوچا
اب بس ایک بن راستہ ہے: لڑنا۔

پہلے تین نوجوان
(فروا، ایمن اور اویس)
باہر جا کر چھتوں سے تیر چلانے لگے۔
مخلوق پر چھتوں سے آگ کی طرح گزے لگے۔

مخلوق چیخنے
اس کے خون کی بو بوا میں پھیل گئی۔

رانی مخلوق کی آمد

اس لمحے سب کے اوپر چھت سے زانی مخلوق کا پہلا جلوہ نمودار بوا

پانچ بازو

سیاہ اور چمکتے پر

آنکھیں انسانی

منہ میں چھوٹے چھوٹے دندان

اور ایک دم سے گرج کی طرح دھوan نکالتا جسم۔

—اس کی آواز

“999999999999...”

صرف انسان کے کان نہیں، بلکہ دل کو بھی لرزہ رہی تھی۔

سپ سے بڑی قربانی

سب نے دوڑنا چاہا،
مگر نصیر نے کہا
اب پیچھے نہیں بٹنا”
اب صرف لڑائی باقی ہے”

ریحان، بامش اور باقی سب
خنجر کے ساتھ میدان میں آگئے۔

رانی مخلوق نے ایک جھپٹ مارا،
اور سب کے سامنے
نصیر کے چھوٹے بھائی کو نگل لیا۔

—فروا نے تیر چلایا
مگر مخلوق کا بازو اتنا سخت تھا کہ
تیر ٹکرا کر واپس آگیا۔

—باشم نے خنجر گھما�ا
—ایک جھٹکا لگا
مخلوق چیخ اور پیچھے بیٹھا۔

جنگ کی شدت

اب سب کے پاس صرف ایک ہی بتهیار تھا
سایہ خنجر

بر مخلوق جو آگے بڑھتی
خنجر کی روشنی میں جل کر راکھ ہو جاتی۔

مگر رانی مخلوق
تھکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔

ایک ایک کالونی والا
اس کی زد میں آ رہا تھا۔

جاوید زخمی
ریحان زخمی

ایک بچے کو چبا لیا گیا۔

ہر چیخ کے ساتھ
ہاشم کی آنکھوں میں اور آگ بڑھ رہی تھی۔

کلامکس – انسانوں کی آخری طاقت

باشم نے خنجر کو آسمان کی طرف بلند کیا

”یہ آخری لمحہ ہے“
”اب یا جیتیں گے، یا مر جائیں گے

— سایہ خنجر سے ایک لمبی روشنی نکلی
— پوری کالونی کو ڈھانپ گئی
رانی مخلوق چیخی، پرواز کرتی ہوئی
زمین پر گزر لگی۔

اس کا بازو ٹوٹا
اس کا سر ٹوٹا
اس کے پنجے جل کر راکھ ہوئے۔

کالج کے آخر میں
انسانوں نے فتح حاصل کی۔

صبح – تباہی کے بعد کی خاموشی

صبح ہوئی
مگر کالونی تباہ تھی

کئی گھروں کی چھتیں ٹوٹ گئیں
لوگ زخمی

کچھ فوت بوئی، جن کی یاد باقی تھی۔

باشم نے سب کو جمع کیا
سایہ خنجر ہاتھ میں تھامے

...بم نے جیت لیا“
...مگر یہ جیت
”بمارے پیاروں کی قربانی کے بغیر ممکن نہ تھی۔

ریحان نے آبستہ کہا
...یہ کہانی ختم نہیں بوئی“
...لیکن اب انسانیت نے پہلی بار
”اندھیرا ماری ہے۔

”باب 39 – “اندھیروں کے بعد... روشنی کی پہلی کرن

تباه شدہ کالونی 

صبح کی روشنی
دھیرے دھیرے کالونی میں پھیل رہی تھی۔
—مگر یہ روشنی، خوشی کی نہیں
یہ تباہ، دکھ اور یادوں کی روشنی تھی۔

، چھتیں ٹوٹی بوئی تھیں
، زمین پر گھاس اور مٹی کے ڈھیر بکھرے تھے
اور کچھ گھروں کی دیواریں
اندھیروں کی مار سے اب بھی کالی تھیں۔

، کچھ لوگ زخمی
، کچھ فوت ہو چکے
اور کچھ اپنی قربانی کی یاد میں
خاموش کھڑے تھے۔

باشم نے سایہ خنجر ہاتھ میں تھامتے ہوئے
سب کو جمع کیا۔

، یہ بماری جیت ہے“
مگر اس کی قیمت بہت مہنگی تھی۔
، بر زخمی، بر منے والا
...بر خوف، بر رات
”سب بمارے اوپر بوجھ بنے، مگر بم نے اندھیرا ماری ہے۔

انسانیت کا پہلا سانس 

، نصیر نے اپنے بچے ایمن اور اویس کو گود میں پکڑا
ان کی آنکھوں میں خوف کی جگہ

بمت اور جان کی روشنی دکھائی دی۔

ریحان نے آپستہ کہا
یہ روشنی... پہلی بار
بم نے یہ محسوس کی یہ
کہ بم زندہ ہیں
”...بم جیت گئے ہیں

سب لوگ خاموش
اپنی سانسیں سنبھال کر
ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔
کچھ کے آنسو خوشی میں
کچھ کے آنسو درد اور قربانی کی یاد میں بہ رہے تھے۔

کالونی کی پہلی مرمت 🔥

باشم نے سب کو حکم دیا
ابھی وقت یہ
بم اپنے گھروں کو دوبارہ تعمیر کریں
زمین کو صاف کریں
اور اپنے پیاروں کی یاد میں زندہ ریں۔

لوگ، تھے بؤے مگر جیتے بؤے
آپستہ آپستہ ٹوٹے بؤے گھروں کو صاف کرنے لگے
مٹی بٹائی گئی
چھتیں دوبارہ سمیٹی گئیں
اور زخمیوں کو علاج کے لیے ایک چھوٹا مرکز بنایا گیا۔

یادیں اور قربانی 🌅

پچھلی رات کی جنگ
مخلوق کی چیخیں
اپنے پیاروں کی موت
یہ سب لوگ دل میں سمیٹ رہے تھے۔

باشم نے سب کو کہا
بماری جیت محض طاقت کی نہیں”
یہ بمت، قربانی، اور ایمان کی جیت یہ۔
جنہیں ہم نے کھویا... وہ کبھی بھولے نہیں جائیں گے
”مگر ان کی قربانی ہمیں زندہ رکھے گی۔

ریحان نے چھوٹے اویس سے کہا
یہ سایہ خنجر“
اب صرف حفاظت کے لیے ہے
یہ ہمیں کبھی بھولنے نہیں دے گا
”کہ بم نے کس قیمت پر یہ جیت حاصل کی۔

اندھیروں کے بعد روشنی

کالونی کی گلیوں میں
اب پہلی بار روشنی اور خاموش سکون تھا۔

پرندے دوبارہ گانے لگے
بوا نرم تھی
اور زمین پر
چمکتے بؤے قطرے
ان سب کی قربانی کی عکاسی کر رہے تھے۔

باشم نے آبستہ سے کہا
یہ سب ختم نہیں بوا“
مگر ہم نے پہلا قدم اٹھا دیا۔
ہم نے یہ ثابت کر دیا
کہ انسان، اپنے ایمان اور بمت سے
”اندھیروں کو بھی مات دے سکتا ہے۔

آخری منظر - امید کی کرن

سب لوگ اکٹھے
سایہ خنجر سامنے رکھ کر
کالونی کی آخری گلیوں سے باہر دیکھ رہے تھے۔

دور درختوں کے بیچ
جنگل کے کنارے
روشنی کی ایک نرم کرن
ان کے چہروں پر پڑ رہی تھی۔

یہ کرن
نہ صرف سورج کی تھی
نہ صرف دن کی
یہ امید، قربانی، اور جیت کی کرن تھی
جو ہر دل میں بس گئی۔



باب 41 - پانچ سال بعد... روشنی کی کالونی

صبح کا طلوع

پانچ سال گزر چکے تھے۔
کالونی کی گلیوں میں
ہر طرف سبزہ، پھول، اور درخت لگ چکے تھے۔
مٹی کی خوشبو اور بلکی بوا
سب کے چہروں پر مسکراہٹ لے آئی تھی۔

چھوٹے بھے جو کبھی خوف کے مارے
، چھتوں کے نیچے چھپتے تھے
اب دوڑتے، کھیلتے، اور پنستے ہوئے
کالونی کی گلیوں میں چھل قدمی کر رہے تھے۔

لوگوں کی نئی زندگی 🌱

، باشم اور نصیر
، اب سفید بالوں اور زخموں کے نشان لیے
گلی میں بیٹھ کر نئے گھر بنانے والوں کی نگرانی کر رہے تھے۔
، فروانے چھوٹے بچوں کو تعلیم دینا شروع کر دی تھی
اور اویس اور ایمن بڑھ بو کر
کالونی کے دفاع کی تربیت لینے لگے تھے۔

، نصیر کی بیوی فریال
، اب سب کے لیے غذا اور علاج کا انتظام کر رہی تھی
گھر کے اندر اور باہر
سب ایک ساتھ کام کر رہے تھے۔

سایہ خنجر کا نشان 🔥

، سایہ خنجر، جو کبھی مخلوق کا خوف تھا
— اب کالونی کے مرکزی بال میں رکھا ہوا تھا
ایک یاد دبانی کے
، اندھیرا کبھی طاقتور نہیں
اگر انسان متعدد اور بھادر ہو۔

؛ باشم اسے دیکھ کر کہتا
، یہ صرف بتهیار نہیں“
” یہ بماری قربانی اور حوصلے کی علامت یے۔

کالونی کی حفاظت اور خوشحالی 🌈

پانچ سال میں، کالونی
ایک مضبوط قلعہ بن گئی۔
، چھتیں مضبوط، دیواریں بلند
اور بر گھر کے پاس چھوٹا سا باغ لگا ہوا تھا۔

، بھے بنس رہے تھے
، لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے
اور ہر شام، لوگ
ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر
، پچھلی تباہی کی یادوں کو یاد کرتے
مگر خوف کے بغیر۔

ایک لمحہ امید اور سکون ⭐

باشم نے آسمان کی طرف دیکھا۔
پرندے گانے لگے، سورج کی روشنی پر چیز پر پڑ رہی تھی۔
یہ وہی کالونی تھی
جسے کبھی مخلوق نے خوفزدہ کر رکھا تھا
لیکن اب یہ روشنی، زندگی، اور امید کی علامت بن چکی تھی۔

ریحان نے آبستہ کہا
”دیکھو... ہم نے وہ سب کچھ برداشت کیا“
جو کبھی ناقابل برداشت لگتا تھا
”اور آج... ہم زندہ اور آزاد بیں۔“

باشم نے مسکرا کر کہا
”یہ صرف ہمارا حوصلہ تھا“
اور قربانی
جس نے ہمیں اندھیروں سے نکالا
”اور روشنی کی طرف لے آیا۔“

اختتامی منظر

کالونی کے بچے کھیل رہے تھے
بڑے لوگ نئے گھر بنا رہے تھے
پھول کھل رہے تھے
اور سورج کی روشنی زمین پر پڑ کر
ہر دل کو امید اور سکون دے رہی تھی۔

کالونی—ایک بار خوفناک، تباہ شدہ جگ
اب انسان کی ہمت، قربانی، اور اتحاد کی علامت تھی۔

اختتام: روشنی کی کالونی۔ 

ناول ادھار خاتم

